ہفت روزہ

احوال کراچی

۵ تا ۱۸ جولائی ۹۰ء

قومی یکجہتی کانفرنس لاہور

Top Secret

ابوالکلام آزاد

ضیاء الحق اور جی ایم سید کی دوستی

اعجاز الحق کا دورہ حیدرآباد

جاگ پاکستانی جاگ تیری پگ نوں لگ گیا داغ

وی پی سنگھ کیا چاہتے ہیں؟

فتح مکہ کے بعد ہجرت کا حکم ختم ہو گیا اور صرف جہاد کا حکم باقی رہ گیا

ہندوستان میں مسلمانوں کا وجود خطرے میں

مصالحت ہی واحد راستہ
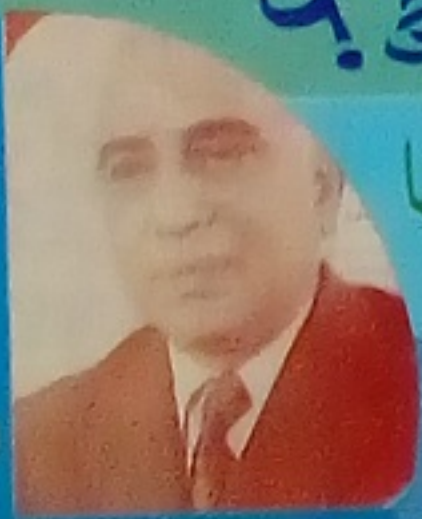
ملک معراج خالد کا انتباہ

"آصف زندہ پاکستان"

جلد ۲ شمارہ ۷/۸

اشاعت، ۵ جولائی تا ۱۸ جولائی ۹۰ء

قیمت، ۸ روپے

چیف ایڈیٹر: محمد احمد صدیقی — مدیر اعلیٰ: ابوجنید

اس شمارے میں

زر تعاون سالانہ

پاکستان	۳۰۰	روپے
سعودی عرب	۲۰۰	ریال
متحدہ عرب امارات	۲۰۰	درہم
بھارت و بنگلہ دیش	۴۵	امریکی ڈالر
افریقہ و ایشیا	۵۰	امریکی ڈالر
یورپ	۵۵	امریکی ڈالر
امریکہ و آسٹریلیا	۶۰	امریکی ڈالر

زر تعاون پاکستانی کرنسی میں کسی ایسے بنک کی معرفت ارسال فرمائیں جس کی کراچی میں شاخ ہو۔

دفتر رابطہ

۶۱۲ یونی شاپنگ سینٹر
ریجنسی مال عبداللہ ہارون روڈ صدر کراچی

فون: ۵۱۲۷۷۵

پبلشر محمد احمد صدیقی نے النور پبلیکیشنز کے تحت پرنٹر ارشاد احمد خان مشرق پریس ۶-اکورٹ روڈ سے چھپوا کر ۶۱۲ یونی شاپنگ سینٹر ریجنسی مال شاہراہ عراق صدر کراچی سے شائع کیا

چمکی خرابی خشکی اور تری میں ان برائیوں سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمائیں۔ تاکہ ان کے بعض کوتکوں کا مزہ چکھلائے کہیں وہ باز آئیں۔ تم فرماؤ زمین میں چل کر دیکھو کیسا انجام ہوا اگلوں کا ان میں بہت مشرک تھے تو اپنا منہ سیدھا کر عبادت کے لیۓ قبل اس کے کہ وہ دن آۓ جسے اللہ کی طرف سے ٹلنا نہیں۔ اس دن الگ پھٹ جائیں گے جو کفر کرے اس کے کفر کا وبال اسی پر اور جو اچھا کام کریں وہ اپنے ہی لیۓ تیاری کر رہے ہیں تاکہ صلہ دے انہیں جو ایمان لاۓ اور اچھے کام کیۓ اپنے فضل سے بے شک وہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

الروم آیت ۴۱ تا ۴۵
(کنزالایمان)

صحیح مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کو سب جگہ سے زیادہ محبوب مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ مبغوض بازار ہیں اور اسی کے مثل جبیر بن مطعم و عبداللہ بن عمر و انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے اور بعض روایات میں ہے کہ یہ قول اللہ عزوجل کا ہے۔ ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھ پر امت کے ثواب پیش کیۓ گئے۔ یہاں تک کہ تنکا جو مسجد سے کوئی باہر کردے اور گناہ پیش کیۓ گئے تو اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ کسی کو آیت یا سورتِ قرآن دی گئی اور اس نے بھلادی۔

(بہارِ شریعت)

اداریہ

مصالحت ہی واحد راستہ ہے

ملک معراج خالد کا انتباہ

قومی اسمبلی کے اسپیکر جناب معراج خالد نے ایک نیوز کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے حزب اقتدار اور حزب اختلاف دونوں کو متنبہ کیا کہ اگر قومی پیمانے پر مصالحت نہ کی گئی تو کسی بھی لمحے کوئی حیران کن آئینی کارروائی ہو سکتی ہے۔

ملک معراج خالد ملک کی ایسی اعتدال پسند شخصیت ہیں جن کا احترام حکومتی حلقے اور حکومت مخالف حلقے دونوں ہی کرتے ہیں، وہ کم بولتے ہیں مگر جب کچھ کہتے ہیں تو ان کی باتوں میں گہرائی ہوتی ہے جس پر ہر دو جانب سے توجہ دی جانی چاہئے۔

"قومی اتحاد وقت کی اہم ترین ضرورت ہے" ان کی اس بات سے کوئی ذی شعور پاکستانی اختلاف نہیں کر سکتا، کیونکہ قومی اتحاد کے ذریعہ ہی ہم اپنے وطن عزیز کی سرحدوں پر اٹھنے والے خطرات سے نمٹ سکتے ہیں، ملک میں امن وامان قائم کر سکتے ہیں جس کا مطالبہ ہر پاکستانی کر رہا ہے۔

قومی مصالحت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بینظیر نواز شریف اختلافات ہیں، وزیراعظم بے نظیر بھٹو کہہ چکی ہیں کہ ان کی حکومت ۱۸ ماہ میں بھی جو امن وامان کے مسئلہ پر قابو نہیں پا سکی اسکی وجہ مرکز اور پنجاب کے غیر دوستانہ تعلقات ہیں سندھ اور سرحد کے معاملات میں نواز شریف کی بے جا مداخلت کے سبب بے نظیر حکومت کا زیادہ تر وقت ان صوبائی حکومتوں کو آئی جے آئی کی دست برد سے بچانے میں صرف ہو جاتا ہے اور وہ ملک کے بنیادی مسائل پر خاطر خواہ توجہ نہیں دے پاتی جب مرکزی حکومت کا وقت پنجاب بنک، آزاد ٹیلیویژن، آزاد بجلی کا نظام، ایف آئی اے کے افسران کی گرفتاری نیز بینکنگ کونسل کے افسران کے خلاف جھوٹے مقدمات جیسے پیدا کردہ مسئلوں کو سلجھانے میں صرف ہوتا رہے گا تو ظاہر ہے وہ امن وامان اور صنعتی فروغ جیسے اہم مسائل پر توجہ دینے کیلئے کم وقت ہی نکال سکے گی۔

قومی مصالحت جس پر بیدار مغز اسپیکر نے زور دیا ہے دراصل مرکز اور پنجاب کی مصالحت ہے۔ اور یہ مصالحت اسلئے نہیں ہو پا رہی ہے کہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ اسوقت ملکی سیاست میں دہرا کردار ادا کر رہے ہیں وہ ایک طرف تو ملک کے سب سے بڑے صوبے کے وزیر اعلیٰ ہیں دوسری طرف وہ اپوزیشن کے سب سے بڑے گروہ آئی جے آئی

محمد احمد صدیقی

ضیاء الحق اور جی ایم سیّد کی "دوستی"

اعجاز الحق کا دورۂ حیدر آباد

اخباری نمائندوں کو انٹرویو دیتے ہوئے جی ایم سید نے کہا "ضیاء ایک اچھا آدمی ہے" جب اخباری نمائندوں نے اصرار کیا کہ آپ انہیں کس طرح اچھا آدمی سمجھتے ہیں تو انہوں نے کہا "ضیاء پاکستان کو ٹوٹنے کی جانب لے جا رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ پاکستان ٹوٹ جائے اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں انہیں پسند کرتا ہوں۔ وہ ایک مختلف انداز میں میرا ہی کام کر رہے ہیں۔

ضیاء الحق اور جی۔ ایم سید کے خیالات قدرے مشترک ہیں۔ ضیاء الحق نے جی ایم سید کی عیادت بھی کی۔ ان کو "گلدستہ" بھی پیش کیا۔ ان کو محب وطن بھی قرار دیا ضیاء الحق نے جی ایم سید کو ان کے آبائی گاؤں "سن" میں گلدستہ بھجوایا تھا۔ "سن" حیدر آباد سے نوّے کلو میٹر پر آباد ہے۔ اس کی آبادی دس ہزار افراد پر مشتمل ہے اسی سن میں "سائیں جی" کی کوٹھی ہے! یہاں در و دیوار پر سندھو دیش کے نعرے لکھے ہیں۔ انہیں نعروں میں ایک نعرہ یہ بھی ہے۔ "سندھو دیش کا مخالف لعنتی ہے" "جی ایم سید رہبر ہے سندھو دیش مقدر ہے۔ انہی نعروں میں ضیاء الحق کا گلدستہ بھی جا سجا۔

سن کی آبادی پرانے سندھیوں پر مشتمل ہے جن میں مسلمان اور ہندو شامل ہیں کوئی مہاجر یا آباد گار اس قصبہ میں کبھی آباد نہیں ہوا۔ یہاں لاڑکانہ ڈگری کالج کے نوجوان طالب علم ماہانہ آتے ہیں۔ اور جی ایم سید کی "جئے سندھ" تحریک کے سرگرم کارکن ہوتے ہیں۔ مقامی لوگ جو "سائیں" جی کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔ جوتا اتار کر داخل ہوتے ہیں اور دونوں ہاتھوں سے ان کے پیروں کو چھوتے ہیں پھر پیچھے ہٹتے ہیں اور مودب ہو کر ان کے پیر کی طرف بیٹھ جاتے ہیں۔

پاکستان سے کھلی دشمنی جی ایم سید کی کھلی کتاب ہے وہ پاکستان کو توڑ دینے کی باتیں ہر وقت کرتے رہتے ہیں

ضیاء الحق نے جی۔ ایم۔ سید کو خوش کرنے کے لئے کوٹہ سسٹم میں ۱۹۹۳ء تک اضافہ کر دیا حالانکہ اس کا مطالبہ کسی طرف سے نہیں کیا گیا تھا۔

ایک ایسے دشمن میں ضیاء الحق کو نہ جانے کیا چیز نظر آئی کہ وہ ان کی عیادت کو بھی گئے اور گلدستہ بھی پیش کیا۔ جی ایم سید نے بھی ان سے رسم و راہ رکھی اور دوستی کے عوض پی آئی اے میں اپنے قریبی رشتہ دار کو ملازمت بھی دلوائی۔ ضیاء الحق کا مقصد یہ تھا کہ پاکستان میں قومی سیاسی قوتیں متحرک

نہ ہو سکیں۔ پیپلز پارٹی کی مخالفت میں انہوں نے ملک سے اختلاف کرنے والے کو بھی پسند کرنا شروع کر دیا۔ ناقدین کا خیال ہے کہ جی ایم سید اور الطاف حسین کی ملاقات میں ضیاء الحق کا بڑا عمل دخل ہے۔ ضیاء الحق نے اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے سندھ میں لسانی قوتوں کو تو مستحکم کرنا گوارا کیا لیکن قومی سیاسی دھارے کو جمہوریت کی پٹڑی سے علیحدہ رکھا۔ سائیں جی ایم سید نے ایک مرتبہ کہا کہ ایم کیو ایم سے اتحاد ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ لیکن بعد کے حالات اس سے مختلف ہیں۔ ضیاء الحق نے کوشش کر کے ایم کیو ایم اور جی ایم سید کو ایک پلیٹ فارم پر لا کھڑا کیا الطاف حسین اور جی ایم سید میں قدر مشترک "پنجابیوں" کے خلاف نفرت تھی اور یہ نفرت وقتی طور پر تھی تاکہ اس سے سیاسی فائدہ اٹھایا جائے۔ ہندوستان سے آئے ہوئے لوگوں کو جی ایم سید سے شدید اختلاف تھا۔ جی ایم سید پاکستان کو توڑنے کی باتیں کرتے تھے۔ جو لوگ ہندوستان سے آکر سندھ میں مقیم ہو گئے تھے وہ کسی بھی طرح پاکستان کو توڑنے کی سازش میں ملوث ہونا تو درکنار سننا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ لیکن "سندھی اور مہاجر" کے اتحاد کے نام پر قوم کو دھوکا دیا گیا۔ جی۔ ایم سید کی چال یہ تھی کہ ہندوستان سے آئے ہوئے لوگوں کی ایک کثیر آبادی سندھ میں آباد ہے۔ جب تک ان کو پاکستان سے متنفر نہ کیا جائے پاکستان کا توڑنا ناممکن ہے۔ سائیں جی کو پرانے لوگوں میں سے کوئی ایسی قیادت میسر نہیں آ رہی تھی جو ان کے مشن کو پورا کرے یہ فریضہ بہر حال ضیاء الحق نے انجام دیا اور جی ایم سید کی ملاقات الطاف حسین سے کروا ہی دی۔

ایم کیو ایم کے وجود میں آنے کے بعد سندھ میں مختلف لسانی قوتیں ابھریں۔ سندھ میں سب سے پہلے "جئے سندھ" تحریک لسانی بنیاد پر قائم ہوئی اس کے

سوئے در و دیوار پر جی۔ ایم۔ سید رہبر ہے۔ سندھو دیش مقدر ہے لکھا ہے انہی نعروں میں ضیاء الحق کا گلدستہ بھی جا سمجا۔

بعد ایم کیو ایم وجود میں آئی اور پھر اسی طرح پنجابی پختون اتحاد پارٹی بھی منظر عام پر ابھری۔ لسانی فسادات ابھرنا شروع ہوئے یا ضیاء الحق نے سندھ میں لسانی فسادات کروانے شروع کر دیئے۔ پہلے بڑے پیمانہ پر علی گڑھ کالونی، قصبہ کالونی اور رنگی ٹاؤن اور دوسرے علاقوں میں فسادات کرائے گئے تاکہ "مہاجر" ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہو جائیں اور یہ ان کی ضرورت بن جائے۔ سندھ میں نوجے سندھ کو کامیابی نہ ہوئی بلکہ جئے سندھ نے سیاسی حکمت عملی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پیپلز پارٹی کو کامیاب کرایا لیکن سندھ کے شہری علاقوں میں ایم کیو ایم کو کامیابی حاصل ہوئی۔ ایم کیو ایم کو جو زبردست کامیابی سندھ کے شہری علاقوں سے حاصل ہوئی۔ اتنی بڑی کامیابی کسی بھی سیاسی جماعت کو کبھی حاصل نہیں ہوئی۔ لیکن سیاسی کم فہمی کی وجہ سے جس طرح ایم کیو ایم کی پسپائی ہو رہی ہے اس سے سندھ کے شہری علاقے کے باشندوں کو اب یہ احساس ہو چلا ہے کہ ان سے اتنی بڑی سیاسی غلطی ہوئی ہے کہ شاید ان کی کئی پشتیں اس زخم کو مندمل نہ کر سکیں گی۔

فسادات کا جو لاوا پھوٹا تو جو بھی اس کی لپیٹ میں آیا جل بھن کر راکھ ہو گیا۔ اسلحہ کے انبار لگ گئے حیدر آباد نفرت کی زد میں سب سے زیادہ رہا ہے مقامی اور نئی آبادی میں۔ جو تناؤ پیدا ہوا ہے اب اس دوری کو ختم کرنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ ایک منحوس گھڑی آتی ہے۔ گولیوں کی بارش کر جاتی ہے اور پھر کرفیو اور فوج کے علاوہ شہر میں کچھ نظر نہیں آتا۔ بات صرف گولیوں ہی تک نہیں محدود اب تو راکٹ لانچر بھی میدان میں آ گئے ہیں۔

فسادات کی زد میں سب سے زیادہ نقصان حیدر آباد شہر کا ہوا کراچی میں بھی اس کا رد عمل ہوا جس کے نتیجہ میں اندرون سندھ آباد کار لوگوں کو نقل مکانی کرنی پڑی۔ نفرت اس حد تک رہی کہ "زندگی کا "ضامن" اسلحہ قرار پایا۔ اسلحہ کی ترسیل ضیاء الحق کے زمانے سے شروع ہوئی جو بعد میں کلاشنکوف کلچر میں تبدیل ہو گئی اس صورتحال نے حکومت سندھ کے لیے امن و امان کا مسئلہ پیدا کر دیا۔ اسلحہ کی بازیابی کا سلسلہ بڑے بھونڈے پن سے فروغ کیا گیا۔ حیدر آباد میں اسلحہ کی بازیابی کے لیے عملاً لشکر کشی کی گئی سینکڑوں بے گناہ جانیں ضائع ہوئیں۔ لوٹ مار کے واقعات ہوئے لیکن دہشت گردوں پر قابو نہ پایا جا سکا۔ الٹا حکومت کی بے تدبیری اور بے عملی پر دہشت گردوں کو فائدہ پہنچا۔

حیدر آباد کے افسوسناک واقعہ پر ضیاء الحق کے صاحبزادے اعجاز الحق نے سیاسی فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ پاکستان میں "لاشوں" کی سیاست اور "شہیدوں" کی سیاست کا رواج چل پڑا ہے اعجاز الحق کے لئے اس سے بڑا موقع اور کب ہاتھ آ سکتا ہے۔ لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے اور سیاسی مفاد حاصل کرنے کے لئے ایک آمر کے بیٹے نے "مہاجروں" کی محبت میں بے سرو پا راگ الاپنا شروع کر دیا اور خود کو بھی "مہاجر" کہہ ڈالا کاش حیدر آباد کے عوام کو معلوم ہو سکے کہ آج ان پر جو ظلم کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں ان میں اسی "بیٹے" کے "باپ" ہی کا ہاتھ ہے جب کراچی میں صدر کے علاقہ میں "بم" بلاسٹ ہوا تھا تو اسی آمر نے تو کہا تھا کہ ایک "پٹاخہ" چھوٹنے سے حکومت تو تبدیل نہیں کی جا سکتی۔ ان کو مرنے والوں کا غم نہیں تھا بلکہ حکومت کے بدلے جانے کا زیادہ "غم" تھا۔ ضیاء الحق کی مہاجر دشمنی ہی نے سندھ کے شہری عوام کو یہ دن دکھائے ہیں کہ ملازمتوں میں ان کو ۱۹۹۳ء تک ۴۰ فیصد کے حساب سے کوٹہ مقرر کیا گیا ہے حالانکہ اس کی توسیع کے لئے کسی طرف سے کوئی مطالبہ نہیں کیا گیا تھا۔ مگر ضیاء الحق نے بذات خود اپنے صوابدیدی اختیارات کو کام میں لا کر سید کو خوش کرنے کے لئے اضافہ کر دیا۔ ضیاء الحق نے ہی فسادات کے جو بیج بوئے ہیں تو حیدر آباد کے شہری واقعتاً "مہاجر" بن کے رہ گئے ہیں نہ ان کو روزگار ملتا ہے نہ ان کی زندگی کی سلامتی ہے۔

سخت گرمی کا موسم اور پانی کی قلت

National Bank of Pakistan

April 11, 1990

N°HO:CD:NWFP,AK & SINDH/R-6

Mr Muzaffar Mustafa Khan
c/o M/s Indus Textile (Pvt) Ltd
S.I.T.E.
Hyderabad

Dear Sir,

PURCHASE OF M/s INDUS TEXTILE MILLS (Pvt) Ltd
S.I.T.E. Hyderababd - Letter of Intent

We refer to your letter N°SMH/ISM/001612/1990 dated April 9, 1990 and your discussion of date with our President on the above subject. We are pleased to note thay you have finalised to purchase the above mill from the sponsors of M/s Indus Textile Mills (Pvt) Ltd, Hyderababd.

Keeping in view your request and of the debt/equity ratio of 60:40, the Bank has in principle agreed to allow to the company Demand Finance Limit upto the extent of Rs.114 million to purchase Indus Textile Mills (Pvt) Ltd and working capital limit upto the extent of Rs.35 million against securities to be furnished by the Company as required by the Bank and upon completion of all other formalities to the satisfaction of the Bank.

This letter of intent is valid upto ninety days from the date hereof.

Yours faithfully

Sd/
(S HASAN MAHDI)
SENIOR VICE PRESIDENT

Head Office : I I Chundrigar Road, Karachi Post Box N°4937
Telegrams : SUMMIT Telephones : 2416780-9 (Ten Lines)
Telex N° 23732 Telefax N°2416769

پاکستان”

رازداں کے قلم سے

اندرون ملک ہی نہیں۔ ملک کے حزب اختلاف کی طرف سے ہی آصف زرداری پر بدعنوانیوں کے الزامات ہیں بلکہ اب تو بیرون ممالک کے اخبارات بھی قومی دولت کی لوٹ کھسوٹ کے الزامات عائد کر رہے ہیں۔ لاس اینجلز ٹائمز اور کرسچین سائنس مانیٹر کے چند اقتباسات ناظرین کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں جن سے اندازہ ہوگا کہ آصف زرداری جن کا شمار حال ہی میں پاکستان کے ”امیر ترین“ خاندانوں میں ہونے لگا ہے ان کے بارے میں بین الاقوامی پریس کے کیا خیالات ہیں۔

تازہ ترین حقائق جو سامنے آئے ہیں اور جن کی اطلاع لاہور کے ایک جریدے نے بھی دی ہے ان کے مطابق اربوں روپے سرکاری بینکوں اور مالیاتی اداروں سے شوگر ملوں، ٹیکسٹائل ملوں، دوسرے کارخانوں، فش فارم اور زرعی مصنوعات کے اداروں کے قیام کے نام پر بھٹو خاندان، زرداری خاندان پی پی کے ذریعوں، قومی اور صوبائی اسمبلی کے ارکان اور منظور نظر حضرات کو بغیر کسی ضابطے، طریق کار اور ضمانتوں کے جاری کئے گئے ہیں۔ احوال نے اس سے پیشتر کے شمارے میں انکشاف کیا تھا کہ ساڑھے گیارہ کروڑ روپیہ دو دن کے اندر پھوپھی زاد بھائی کو نیشنل بینک سے دیا گیا تھا، ۲۸۷ ایکڑ زمین کا جس طرح سودا ہوا اور اس میں بھی پھوپھی زاد بھائی مظفر مصطفےٰ ہی ملوث ہیں۔ اس طرح سے محکمہ جات میں بغیر کسی تجربہ کے اعلیٰ عہدوں پر عزیز و اقارب کو ملازمتیں فراہم کی جا رہی ہیں۔ محفوظ مصطفےٰ کو ڈائریکٹر آف انوائیرمنٹ مقرر کیا گیا۔ اس عہدہ کے لیے ان کی ذہانت اور قابلیت مشکوک ہے۔

حال ہی میں غلام مصطفےٰ جتوئی نے کہا ہے کہ میں تو حاکم علی زرداری کو اس قابل بھی نہیں سمجھتا کہ ان کے الزامات کا جواب دوں۔ میں کوئی ”فٹ بال“ میچ نہیں شروع کرنا چاہتا البتہ اگر وزیر اعظم چاہیں تو ٹیلی ویژن پر مجھ سے مناظرہ کر سکتی ہیں۔ غلام مصطفےٰ جتوئی کا یہ چیلنج اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ کچھ نہ کچھ ”دال میں کالا“ ہے مناظرہ کے لیے غلام مصطفےٰ جتوئی نے یہ ”شرط“ رکھی ہے کہ ”مناظرہ“ براہ راست نشر کیا جائے تاکہ عوام حقیقت حال سے واقف ہو جائیں غلام مصطفےٰ جتوئی نے یہ بھی کہا ہے کہ میں ”ٹیلی ویژن“ پر ”دھاندلیوں“ کے ایسے ثبوت پیش کروں گا کہ کسی کو ”تردید“ کرنے کی جرأت بھی نہ ہو سکے گی۔ اور میں ”مناظرے“ کے لیے ”بیقرار“ ہوں۔ غلام مصطفےٰ جتوئی نے اس بات کا بھی انکشاف کیا تھا کہ ۱۹۷۷ء میں جب تمام سیاسی افراد نے گوشوارے جمع کئے تھے تو حاکم علی زرداری کی کل مالیت ۲۰ لاکھ روپے تھی اب ان کے اثاثے ۷۴ کروڑ کس طرح سے ہو گئے اور کہاں سے آئے ہیں۔

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق گل احمد ٹیکسٹائل مل بھی ”آصف زرداری کی ملکیت ہو چکی ہے اس

> ”گولڈن شیک ہینڈ“
> یعنی ”زر ملانے والا ہاتھ“
> کہہ کر اعلان کا بڑا
> حسینِ انداز اختیار
> کیا ہے

OTHER ADDITIONS TO THE BREADLINE

Colonel and Mrs Mustafa Khan (nee Mumtaz Bhutto) had three sons. About a year back Mahfooz Mustafa Khan (Tikkoo), the second son, was appointed Director Environment with no experience or adequate academic qualifications to hold that job. He was the guy who was instrumental in getting shipments of nuclear waste for dumping in Pakistan. That fact made headlines in the press last year. Now, the other two brothers, Muzaffar and Mukkaram Mustafa Khan (Poncho and Pittu), have been sanctioned by the government an unsecured loan of Rupees eleven and a half crores (Rs.115 millions) to buy a sick industrial unit, with the obvious intention of eventually disappearing with the huge amount of the unsecured loan with which they have been graciously favoured being the members of the privileged 'awami' family. They have no business experience except that of smuggling narcotics, for which Poncho had served one and half year jail term in England.

May I ask what other reasons are there for such a bounty, besides their being the first cousins to high and mighty BB?

کا سودا جس عجیب ساتھ ہوا پاکستان کے عوام اس سے پوری طرح بے خبر ہیں۔ اب تو معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ "جو چیز پسند آجائے وہ میری ہے۔" اس کو حاصل کر کے رہتے ہیں۔ بینک اور انشورنس کمپنیاں بھی اب ان کی "زد" سے نہیں بچ رہی ہیں۔ محترمہ بے نظیر بھٹو نے حال ہی میں اعلان کیا ہے کہ مسلم کمرشل بینک اور الائیڈ بینک کو قومی تحویل سے نکال کر نجی ادارہ بنا دیا جائے گا۔ اسی طرح انداز میں انہوں نے کہا ہے "گولڈن ٹیک ہینڈ" ہوگا۔ گولڈ کو انگریزی میں سونا یا زر کہتے ہیں۔ آج کل یہ افواہیں گرم ہیں کہ "آصف زرداری" مسلم کمرشل بینک کے زیادہ تر حصص خرید رہے ہیں۔ چونکہ "زرداری" خرید رہے ہیں اس لیے شاید محترمہ بے نظیر نے "گولڈن ٹیک ہینڈ" یعنی زر ملانے والا الٹا کہا ہے اور یوں انہوں نے زرداری کے نام کی مناسبت سے کہا ہے اور اعلان کرنے کا بڑا حسین انداز اختیار کیا ہے۔ ان حالات میں صنعت کار سہمے ہوئے ہیں سرمایہ کاری ختم ہو گئی ہے۔ اور سرمایہ بیرون ملک تبدیل ہو رہا ہے۔ جس کا نتیجہ بے روزگاری بڑھنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

برطانوی اخبار انڈی پنڈنٹ نے پچھلے دنوں انکشاف کیا تھا کہ آصف زرداری اپنی بدعنوانیوں کی وجہ سے پاکستان میں سب سے زیادہ بدنام اور غیر مقبول شخص ہیں۔ اب آصف زرداری کا نام لندن میں ایک نئی حیثیت سے سامنے آیا ہے پاکستانی حلقوں کے مطابق جس کا انکشاف لاہور کے ایک جریدے نے کیا ہے۔ برطانیہ کے مشہور بینک بی۔سی۔ سی۔آئی کو خریدنے کے لئے انہوں نے تیس ارب روپے کی پیشکش کی ہے۔ اس بینک کو پاکستانی بینکار حسن عابدی نے قائم کیا تھا۔ اور اب یہ متحدہ عرب امارات کے حکمران خاندان شیخ زید کی ملکیت ہے جس کے ۷۰ فیصد حصص ان کے خاندان کے لوگوں کے پاس ہیں، ۱.۴ بلین ڈالر کی پیشکش خریدنے کے سلسلے میں کی گئی ہے جو پاکستانی اور برطانوی حلقوں میں زیر بحث ہے۔

Corruption and kickbacks are so common that Benazir cabinet now stinks with scandals.-(Christian Scince Moniter)

"آصف زرداری" نے پاکستان میں ملوں، کارخانوں اور دوسرے اہم اداروں کو جس طرح خریدنا شروع کیا ہے وہ عوام کے لئے ایک مسئلہ بنا ہوا ہے "دام سو چینے پر مجبور ہیں کہ کیا" جمہوریت" ایک خاندان کے لیے آئی ہے قومی دولت سمیٹنا اور ہر چیز کو اپنے قبضے میں کر لینا ماضی میں کبھی بھی ایسے واقعات نہیں ہوئے" دانشوروں اور اہل نظر کا خیال ہے کہ پاکستان "آصف زدہ" ہو گیا ہے اور اب ہر پاکستانی کی ہر چیز "آصف" ہی کی ہو گی۔

Diplomats give credence to reports and the opposition charges that Ms. Bhutto's husband Asif Zardari has gained as an intermediary in government contracts.

Prime Minister Benazir's husband Asif Zardari is known as Mr Ten Percent for the reputation of collecting commissions and kick backs on government's foreign deals.-(Los Angels times)

گر سمجھے کوئی

ایک دفعہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حکیم سے کہا مجھے گناہوں کا مرض لاحق ہو گیا ہے اگر اسکی دوا آپ کے پاس ہو تو عنایت کیجئے

یہاں پر یہ باتیں ہو رہی تھیں اور سامنے میدان میں ایک شخص تنکے چننے میں مصروف تھا اس نے سر اٹھا کر کہا "شبلی یہاں آؤ میں اسکی دوا بتاتا ہوں، حیا کے پھول، صبر و شکر کے پھل، عجز و نیاز کی جڑ، غم کی کونپل، سچائی کے درخت کے پتے، ادب کی چھال اور حسن اخلاق کے بیج یہ سب لے کر ریاضت کے ہاون دستے سے کوٹنا شروع کرو اور پشیمانی کے آنسو اس میں روز ملاتے رہو ان سب دواؤں کو دل کی دیگچی میں بھر کر شوق کے چولہے پر چڑھاؤ جب پک کر تیار ہو جائے تو صفائے قلب کی صافی میں چھان لینا اور شیریں زبان ملا کر محبت کی تیز آنچ دینا جب وقت یہ آمیزہ تیار ہو کر اترے تو خوف خدا کی ہوا سے ٹھنڈا کر کے استعمال کرنا" جب حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ چونکے اور سر اٹھایا تو وہ شخص غائب ہو چکا تھا

فرزانہ سلیم۔ گرین ٹاؤن کراچی

فرمان خلفائے راشدین

- شرم مردوں سے خوب ہے مگر عورتوں سے خوب تر۔
(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)
- ایمان کے بعد بڑی نعمت عورت ہے۔
(حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ)
- جس خوشبو کا تجھے حق نہیں اس سے ناک بند کر لے۔ اس کی خوشبو بھی اس کی منفعت ہے۔
(حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ)
- بے شک، دلوں میں بُرے بُرے خیالات گزرتے ہیں مگر سلیم عقلیں ان سے باز رہتی ہیں۔
(حضرت علی رضی اللہ عنہ)

روزنامہ جنگ لاہور نے ۲۸، ۲۹ جون ۱۹۹۰ء دو روزہ قومی یک جہتی کانفرنس آواری ہوٹل لاہور میں منعقد کی۔ ۲۷ سیاسی تنظیموں کے مندوبین کو اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ جمعیت علماء پاکستان کا وفد پروفیسر شاہ فرید الحق کی قیادت میں اس کانفرنس میں شریک ہوا۔ جمعیت کے وفد میں جنرل کے۔ ایم۔ اظہر سیکریٹری جنرل جمعیت علماء پاکستان اور میجر جنرل حافظ محمد حسین انصاری ایم این اے صدر جمعیت علماء پاکستان صوبہ پنجاب بھی شامل تھے۔

آواری ہوٹل کے وسیع و عریض خوبصورت ہال میں مختلف جماعتوں کے جھنڈے بڑی خوبصورتی سے آویزاں تھے۔ جماعتوں کے مندوبین کی نشستوں کے سامنے بھی بڑے خوبصورت چھوٹے چھوٹے جھنڈے لگے ہوئے تھے۔

کانفرنس ۲۸ جون کو صبح $\frac{1}{2}$ ۹ بجے شروع ہوئی۔ مختلف الخیال لوگوں کا ایک میز کے گرد جمع ہونا ہی ایک عجوبہ تھا۔ جنگ کا یہ اقدام قابل ستائش ہے۔ اس نے ان سب کو جمع کیا۔ مندوبین میں علاقائی لسانی اور قومیت کی سوچ رکھنے والوں کے علاوہ قومی سطح کے لیڈروں نے بھی شرکت کی۔

ہر جماعت کے سربراہ وفد نے تقریریں کیں۔ مندوبین الف وحروف تہجی کے تحت بٹھائے گئے تھے اور اسی ترتیب سے تقاریر بھی ہوئیں۔

سب سے پہلی تقریر ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ بلوچستان کی ہوئی اور دوسرے دن سب سے آخر میں پاکستان نیشنل پارٹی کے مندوب ایس ایم ظفر نے کی۔ کانفرنس میں سب نے کھل کر اپنی رائے کا اظہار کیا۔ قوم پرست اور لسانی سوچ رکھنے والوں نے بھی کھل کر اظہار خیال کیا۔ بعض باتیں صریحی طور پر نظریہ پاکستان اور مسلم قومیت نیز وفاق پاکستان کے خلاف تھیں۔ بالخصوص چھوٹے صوبوں کے نمائندوں نے اپنی محرومی کا بڑی شد و مد سے ذکر کیا۔ تقاریر کے دوران بعض لوگوں کے مابین تلخ کلامی بھی ہوئی۔ لوگوں نے اپنی شکایتیں بیان کیں تمام مقررین کی توجہ صوبہ سندھ کی طرف مبذول

نمائندہ احوال

رہی۔ سندھ کے انتہا پسند سوچ رکھنے والے بھی موجود تھے۔ شہر کے مہاجر سوچ والے مہاجر قومی موومنٹ اور مہاجر رابطہ کونسل کے افراد بھی موجود تھے۔

بہرحال کانفرنس میں مختلف لوگوں کی تقریروں سے ان کی سوچ و فکر کا پتہ چل گیا۔ کانفرنس اس حیثیت سے ضرور کامیاب رہی کہ باوجود شدید اختلافات کے سارے مندوبین پاکستان سے متعلق بنیادی باتوں پر متفق ہو گئے۔

جمعیت علماء پاکستان کے وفد کے قائد پروفیسر شاہ فرید الحق نے بڑی موثر تقریر کی۔ تقریر کے شروع میں انہوں نے ادارہ جنگ کو مبارکباد دی وہ امن کی طرف مائل ہوا۔ انہوں نے فرمایا ہمارا یہ المیہ ہے کہ ہم اب تک اپنے کو ایک متحد قوم بھی سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ لسانی بنیادوں پر قومیت اور قوم کا تصور پیش کر رہے ہیں تو پھر تو اس کانفرنس کا نام بجائے قومی یک جہتی کانفرنس کے بین الاقوامی قومی یک جہتی کانفرنس رکھیں اور اس میں پڑوسی ممالک کے مندوبین کو بھی بلائیں تاکہ مکمل یک جہتی قائم ہو جائے۔ انہوں نے کہا کہ دوسرا المیہ یہ ہے کہ ہم نے شروع سے منافقت کا کردار ادا کیا ہے جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں۔ مارشل لاء اور آمریت کی شکایت بھی کرتے ہیں اس کا رونا بھی روتے ہیں لیکن انہیں آمروں اور مارشل لاء کے ساتھ دینے والوں میں ہمارے سیاست دان ہی ہیں پاکستان میں عدم استحکام اور خلفشار کے ذمہ داروں جیسے دوسرے لوگ شامل ہیں سیاست دانوں کا بھی بڑا اہم کردار ہے۔

انہوں نے تجاویز پیش کرتے ہوئے کہا قومی یکجہتی کے لیے ضروری ہے۔

۱۔ جمہوری اداروں کو مستحکم کیا جائے اور انہیں [illegible] کرنے دیا جائے

۲۔ حکومت اور حزب اختلاف ذاتی بغض و عناد اور الزام تراشی کی پالیسی ترک کردیں اصولوں کی جنگ اسمبلی کے اندر لڑیں، تنقید اور تعریف دونوں پہلو اختیار کریں جیسا دیگر جمہوری ممالک میں ہوتا ہے۔

۳۔ اسلامی عادلانہ نظام پر عملدرآمد کرانے کے لئے متفقہ راہ عمل اختیار کریں۔

۴۔ آئین کی مکمل پابندی کی جائے

۵۔ صوبوں کو مضبوط وفاق کے تصور کو ذہن میں رکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ آزادی دینے پر اتفاق رائے کرلیا جائے۔

۶۔ قومی زبان کی ترویج و ترقی میں کوتاہی نہ کی جائے

۷۔ ملک میں موجود شدید معاشی ناہمواریوں کو ختم کیا جائے غریب اور متوسط طبقوں کی معاشی بدحالی کو دور کرنے کے فوری اقدامات کئے جائیں۔

۸۔ لسانی، گروہی تنظیموں کو نفرت پھیلانے اور اسلحہ کے بے دریغ استعمال سے روکنے کے لئے مؤثر اقدامات کئے جائیں۔

۹۔ موجودہ وقت میں کم سے کم کشمیر اور افغانستان کے مسئلہ پر قومی یکجہتی کا مظاہرہ کیا جائے

۱۰۔ سندھ کے سلسلے میں شہری اور دیہی علاقوں کے نمائندوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے مؤثر اقدامات کئے جائیں۔

۱۱۔ ناجائز اسلحہ بازیاب کرنے کے لیے پورے سندھ میں اقدامات کئے جائیں، سندھ کی سرحد جو بھارت سے ملی ہے اسے بند کردیا جائے۔

۱۲۔ شہری اور دیہی علاقوں کے رہنے والوں کی جائز شکایات کو سنا جائے اور دور کرنے کی کوشش کی جائے۔

(باقی صہ ۱۳ پر)

جاگ اے پاکستانی جاگ

تیری پگ نوں لگ گیا داغ

● بٹو کے قلم سے

ضیاء الحق کے گیارہ سالہ دور نے پاکستان کو جو عظیم نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا خمیازہ پوری قوم کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ غیر جماعتی انتخابات کروا کر انہوں نے "قومی یکجہتی" کو زبردست نقصان پہنچایا اور "قومی سالمیت" "ٹکڑیوں اور دھڑیوں" میں بٹ کر رہ گئی۔ انہیں کے دور میں لسانی نفرت نے عروج پایا۔ انہیں کی شہ پر لسانی تنظیمیں وجود میں آئیں۔ علاقائی اور لسانی تنظیموں کے وجود میں آنے سے "مسلم قومیت" کا شیرازہ بکھر گیا اور پاکستان کا وجود خطرے میں پڑ گیا۔ تعصب، فرقہ واریت اور لفرقوں کے حبس سالی نے ذہنوں کو تاریک کر دیا۔ ذاتی مفاد نے سوچ اور فکر کو مفلوج کر دیا۔ خود غرضی اور ضمیر فروشی کی دیواریں سروں سے بلند ہو چکی ہیں۔ ہماری نئی نسل قیام پاکستان سے قبل مسلمانوں کی یکجہتی۔ جذبہ حب الوطنی پاکستان کو حاصل کرنے کا جذبے سے بالکل ناواقف ہے برصغیر کی پوری مسلمان قوم نے "ترنگے جھنڈے" جو کانگریس کا پرچم تھا اسے "نفرت" کی نگاہ سے دیکھا۔ اور "سبز ہلالی پرچم" کے نیچے جمع ہو گئے لیکن آج وہ "نسلیں" جنہوں نے پاکستان کی جدوجہد میں حصہ لیا تھا جب لسانی تنظیموں کے "ترنگے جھنڈے" کو دیکھتی ہے تو دل ہی دل میں سوچتی ہیں کہ اگر "ترنگا جھنڈا" ہی ہمارے حقوق کا ضامن ہے تو پھر ہندوستان میں ہم نے "ترنگے جھنڈے" سے نفرت کیوں کی تھی۔ کاش کوئی مرد مومن اٹھے اور قوم کو بتائے "تین رنگ والوں" کے تین روپ ہوتے ہیں جو قومیت کے لحاظ سے ان کے "سیاسی روپ" بھی بدلتے رہتے ہیں انہیں "ترنگے جھنڈے" والوں نے اسی "سبز ہلالی پرچم" کو جس پر لاکھوں مسلمانوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے بلند کیا۔ وہی "سبز ہلالی پرچم" قائداعظمؒ کے مزار پر جلایا گیا ہے۔ اس پاکستانی قوم کو کیا ہو گیا۔ پاکستان کی اس نئی نسل کو کس کی نظر لگ گئی۔

ضیاء الحق ہی کے دور میں لسانی تنظیموں نے سر اٹھانا شروع کر دیا، قومی جماعتوں کو منظم طریقے سے تباہ و برباد کر دیا گیا۔ ان کی ساکھ کو مجروح کر دیا گیا، سیاسی رشوتوں کے ذریعہ قومی جماعتوں کے افراد کو خرید لیا گیا، کوئی بھی قومی جماعت ایسی نہیں بچی سوائے جماعت اسلامی کے جسکو ضیاء الحق نے تاراج نہ کیا ہو، آخر قدرت کب تک خاموش تماشائی رہ سکتی ہے، ضیاء الحق کے ہوائی حادثہ کے بعد ملک میں انتخابات کا عمل شروع ہوا جو فصل ضیاء الحق نے بوئی تھی قوم کو تو کاٹنا ہی پڑا۔ قومی اسمبلی کے انتخابات کے جو نتیجہ سامنے آئے اس سے قوم پوری طرح آگاہ ہے پیپلز پارٹی ملک کی اکثریتی پارٹی کی حیثیت سے ابھری کراچی اور حیدرآباد اور سندھ کے شہری علاقوں میں لسانی تنظیم ایم کیو ایم کامیاب ہوئی، سندھ میں پیپلز پارٹی کو فتح نصیب ہوئی، آئی جے آئی بری طرح شکست کھا گئی صوبائی اسمبلیوں کے جب انتخابات ہوئے تو نواز شریف نے اس کا خوب فائدہ اٹھایا، پنجاب میں نعرہ لگایا "جاگ پنجابی جاگ تیری پگ نوں لگ گیا داغ" کراچی، حیدرآباد اور سندھ کے شہری علاقوں میں "مہاجریت" نے جنم لیا، سندھ کے دیہی علاقوں میں "سندھی قومیت" پروان چڑھی اور پنجاب میں "پنجابیت" کو تقویت ملی، پاکستان کی اساس "مسلم قومیت" کو ضرب کاری لگی اس کے نتیجے میں فسادات کا جو سلسلہ شروع ہوا تو ہر محب وطن کے لئے پریشانی کا باعث بنا سڑکیں اور گلیاں نوجوانوں کے خون سے نہا گئیں۔

سقوط ڈھاکہ سے پہلے بھی اسی طرح کے آثار مشرقی پاکستان میں رونما ہوئے تھے۔ ہندوستان جو پاکستان کا ازلی دشمن ہے جس نے پاکستان کو کبھی بھی دل سے قبول نہیں کیا پاکستان کو کمزور کرنے توڑنے اور ختم کرنے کے کسی بھی موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا انتخابات کے بعد سندھ میں امن و امان کا مسئلہ لمحہ فکریہ بن کر رہ گیا ہے۔ تشدد، اغواء کی وارداتوں نے لوگوں کا جینا حرام کر دیا ہے جب قوم بکھر گئی جب ان میں نفرتیں بڑھ گئیں تو ہندوستان کو موقع مل گیا اختلافات کو بڑھانے کے لئے دوری قائم رکھنے کے لئے اس نے "را" کے ایجنٹوں کو سندھ کے چپہ چپہ میں بھیج دیا ان بیرونی دہشت گردوں نے ہنستے ہوئے بازار سنسان کر دیئے پوری آبادی کو ویران کر دیا۔

وی۔ پی۔ سنگھ کیا چاہتے ہیں

سندھ کے شہری علاقوں خصوصاً کراچی اور حیدرآباد میں طبقاتی اور سیاسی جنگ شروع ہو گئی۔ چن چن کر متحارب گروپوں کے کارکنوں کو موت کا نشانہ بنایا گیا۔ اسی دوران کراچی اور حیدرآباد کی لسانی تنظیم نے دہائی دینی شروع کر دی۔ انٹرنیشنل ایجنسی کو پکارا گیا۔ اسی دوران کشمیریوں نے علم آزادی کو بلند کیا۔ کشمیر میں تحریک حریت جاگ اٹھی۔ وی۔ پی۔ سنگھ کو موقع مل گیا کشمیر سے توجہ ہٹانے کے لئے انہوں نے کراچی اور حیدرآباد کے فسادات کا سہارا لیا اور کہا کہ "مہاجروں" کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے۔ "مہاجروں" کی تین نسلیں پاکستان میں آباد ہیں۔ لیکن ابھی تک ان کو پاکستانی

نہیں سمجھا گیا قوم کو توقع تھی کہ مہاجروں کے قائدین وی پی سنگھ کے الزامات کا جواب دیں گے کہ یہ ہمارے گھر کا "معاملہ" ہے۔ لیکن نہ جانے کن مصلحتوں کی وجہ سے وہ خاموش رہے۔ اور پاکستان سے برطانیہ کا قصد کیا اور وہاں جو کچھ بھی ہو رہا ہے پوری قوم اس سے آگاہ ہے ـــــ سوال یہ ہوتا ہے کہ وی پی سنگھ کو "مہاجروں" سے یکایک کیوں محبت پیدا ہو گئی ہے۔ ان کو تو معلوم ہونا چاہیئے کہ جب پاکستان نہیں بنا تھا اس وقت بھی برصغیر کے اقلیتی علاقے کے مسلمان "پاکستانی" تھے۔ انہوں نے پاکستان کے بنانے میں بے مثال کردار ادا کیا تھا ـــــ جب برصغیر کی تقسیم سے پہلے ہندوستان کے مسلمان پاکستان کے جدوجہد میں مصروف تھے۔ اور جب پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد انہوں نے پاکستان کا "رخ" کیا تو انہیں "کانگریسی لیڈروں" نے ہندوستان کا "غدار" کہا۔ انہیں "ملک دشمن" کا خطاب دیا۔ ان کی جائیدادیں لوٹیں ان کو قتل کیا ان کی بہو بیٹیوں کی عصمت دری کی ـــــ آج یکایک وی۔ پی سنگھ کو ان مسلمانوں سے ہمدردی کیوں ہو گئی ہے۔؟

۲۲ رجون کو وی پی سنگھ نے اپنے ایک بیان میں ـــ اپنے چھپے ہوئے عزائم کا بھانڈا پھوڑ دیا، انہوں نے کہا کہ کراچی اور حیدر آباد کے لوگوں کے فسادات سے ان کو اس لیے تشویش ہے کہ ان کے عزیز و اقارب ہندوستان میں رہتے ہیں اور یہاں کے ہونے والے واقعات پر وہ خاموش تماشائی نہیں رہ سکتے دراصل وی پی سنگھ نے پاکستان پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دی ہیں ہندوستان ـ اپنی جنگی تیاریوں میں مصروف ہے، جنگی جنون اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ "جدید حربی ساز و سامان" کے خریدنے پر کثیر رقم خرچ کی جا رہی ہے، گذشتہ دنوں بھارت کے بحریہ کے کمانڈر نے بھی پاکستان کو دھمکی دی ہے کہ وہ کراچی کی ناکہ بندی کر سکتا ہے ان تمام باتوں کی روشنی میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستان پاکستان پر حملے کی تیاری کر رہا ہے اور حملہ کرنے کا "بہانہ" تلاش کر رہا ہے،

وی پی سنگھ کو کراچی اور حیدر آباد کے مسلمانوں سے اور ان کے مفادات سے تو دلچسپی ہے، لیکن وہ ہندوستان کے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم پر آنکھ بند کئے ہوئے ہیں دنیا میں سب سے زیادہ لسانی فسادات ہندوستان کی سرزمین پر ہوتے ہیں لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کا خون ہندوستان کی سرزمین پر ہوتا ہے وی پی سنگھ کو ان کی فکر نہیں اگر فکر ہے تو کراچی اور حیدر آباد کے مسلمانوں کی۔

وی پی سنگھ کو جرأت اسلئے پیدا ہوئی کہ ہم نے اپنے آپ کو مہاجروں، پنجابیوں، پٹھانوں، سندھیوں اور بلوچوں میں تقسیم کر لیا ہے ہم نے خود کو قومیت کے خانوں میں ڈھال لیا ہے، ہماری "مسلم قومیت" جو ہمارے اتحاد کی اساس ہے ختم ہو گئی ہے، "مسلم قومیت" کا وجود مٹتا ہوا نظر آ رہا ہے، پنجابی پگڑی کو داغ نہیں لگا "مسلم قومیت" کی پگڑی کو داغ لگ گیا ہے، ہر پاکستانی کو اب جاگ جانا چاہیئے، مسلم قومیت کو پروان چڑھانا چاہیئے یہی ہماری سالمیت اور ہماری بقا کی ضامن ہے ـــ "جاگ پنجابی جاگ" نہیں "جاگ پاکستانی جاگ تیری پگ نوں لگ گیا داغ"

بقیہ :ـــ قومی یک جہتی کانفرنس

۱۳۔ ابلاغ عامہ کو ایسا مواد شائع کرنے سے روکا جائے جو مختلف طبقات میں نفرت پھیلانے کا موجب بنتے ہیں۔

۱۴۔ حکومت سندھ تمام دہشت گردوں کے خلاف بلا امتیاز کارروائی کرنے کا عملی مظاہرہ کرے۔

کانفرنس کے اختتام پر مندرجہ ذیل قرار دادیں متفقہ طور پر منظور کی گئیں۔

۱۔ ہم شرکاء جنگ قومی یکجہتی کانفرنس، قومی یکجہتی کیلئے اس بات کو لازم تصور کرتے ہیں کہ قومی و سیاسی مسائل کے حل کے لیے سیاسی جماعتوں کو باہمی تبادلۂ خیال افہام و تفہیم اور مذاکرات کا راستہ اختیار کرنا چاہیئے یہ کانفرنس اس سلسلہ ہی کی ایک کڑی ہے اور اسمیں مختلف جماعتوں کا جمع ہونا ثابت کرتا ہے کہ ہم باہمی اختلافات کے باوجود ایک میز کے گرد بیٹھکر درپیش مسائل پر بات چیت ہو سکتی ہے

۲۔ آئین مملکت کے مطابق ملک میں ایسا اسلامی جمہوری اور فلاحی معاشرہ قائم کرنے کے لیے اقدامات کئے جاتے ہیں جن میں تمام طبقات کو بلا امتیاز انکے جائز حقوق عادلانہ طریقے سے میسر آنے کی ضمانت حاصل ہے۔

۳ :۔ اس بات پر اتفاق رائے ہے کہ ملک میں موجودہ جمہوری اور پارلیمانی نظام کو چلنا چاہیئے۔ کانفرنس اس بات کو واضح کرنا چاہتی ہے کہ قوم ملت اور سیاسی جماعتیں کسی قسم کے غیر جمہوری اور غیر آئینی عمل کو قبول نہیں کریں گی۔

۴ :۔ صوبوں کو فیڈریشن کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے زیادہ سے زیادہ صوبائی خود مختاری اور حقوق کی ضمانت دی جائے تاکہ محرومیت کا احساس نہ ہو۔

۵ :۔ ملک بھر اور بالخصوص سندھ کے موجودہ حالات کے پیش نظر وہاں لا اینڈ آرڈر کو بحال کیا جائے اور اس سلسلہ میں بلا امتیاز اور بلا تخصیص ان افراد کی سرکوبی کی جائے جو دہشت گردی، اغوا، قتل و غارت اور ڈاکہ زنی کرتے یا ان کی پشت پناہی کرتے ہیں یا غیر قانونی اسلحہ کی ذخیرہ اندوزی کے مرتکب ہیں آئندہ مستقل امن و امان اور سیاسی مسائل کا حل سیاسی طریق کار کے ذریعہ سیاسی طور پر تلاش کیا جائے۔

۶ :۔ عوامی مینڈیٹ کا ہر کوئی احترام کرے اور اس کا تقدس پامال نہ کیا جائے۔

۷ :۔ کانفرنس کے شرکاء استصواب رائے کے ذریعہ کشمیریوں کے حق خود ارادیت اور بین الاقوامی مسلمہ اصولوں پر عمل درآمد کروانے کی حمایت کرتے ہیں۔ مزید براں بھارت کی طرف سے جنگ کی دھمکیوں اور کشمیریوں پر ظلم کی مذمت کی جاتی ہے۔

۸ :۔ کانفرنس کے شرکاء اس بات پر زور دیتے ہیں کہ افغانستان کے عوام کو اپنی پسند کی حکومت کے لئے آزادانہ ماحول میں حق حکومت و انتخاب دیا جائے۔

۹ :۔ وفاقی نظام کار کی کامیابی کے لئے یہ کانفرنس یقین رکھتی ہے کہ مرکز اور صوبوں کے درمیان تعلقات کار بہتر قائم ہونے چاہیئں۔

۱۰ :۔ کانفرنس پاکستان میں فرقہ واریت کی پر زور مذمت کرتی ہے اور تمام مکاتب فکر سے اپیل کرتی ہے کہ ماحول و حالات کو سازگار بنائیں۔

۱۱ :۔ اراکین پارلیمنٹ، پارلیمنٹ کے اندر اور باہر سیاسی اصولوں و روایات کو ملحوظ خاطر رکھیں۔

۱۲ :۔ مہنگائی، غربت افلاس اور بے روزگاری، کے خاتمہ کے لئے تمام حکومتیں و ادارے مناسب اقدامات کریں۔

۱۳ :۔ جنگ قومی یک جہتی کانفرنس کی طرز پر کانفرنس مرکز اور صوبوں کی سطح پر ہونی چاہیئں۔

۱۴ :۔ قومی یک جہتی کانفرنس روزنامہ "جنگ" کی طرف سے اس کانفرنس کے انعقاد کا خیر مقدم کرتی ہے اور ادارہ "جنگ" کو اس پر مبارکباد پیش کرتی ہے

زیرِ نظر مضمون مولانا ابوالکلام آزاد کے اُن تیس صفحات کی پہلی قسط ہے جو اُن کی وصیت کے مطابق تیس سال بعد منظرِ عام پر آئے ہیں۔ مضمون کے مندرجات سے "ادارہ احوال" کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

ترجمہ ر۔ ت۔ احمد

برطانوی حکومت ہند میں صوبائی خودمختاری کے متعارف ہونے کے بعد جو پہلے انتخابات ہوئے اس میں بڑے پیمانے پر کانگریس پارٹی کو کامیابی حاصل ہوئی اس نے پانچ بڑے صوبوں میں مکمل اکثریت حاصل کرلی اور چار صوبوں میں وہ واحد بڑی اکثریتی پارٹی تھی صرف سندھ اور پنجاب ایسے صوبے تھے جہاں کانگریس نے مقابلتاً کوئی قابلِ لحاظ کامیابی حاصل نہ کی تھی۔

کانگریس پارٹی کی اس کامیابی کو اس کے اس سابق رویہ کی روشنی میں پرکھنا چاہیئے جو اس نے شروع میں انتخابات میں حصہ نہ لینے کے لئے اپنایا تھا ۱۹۳۵ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے تحت صوبوں کو مکمل خودمختاری ملی تھی لیکن اس میں ایک سقم تھا، ایمرجنسی کو نافذ کرنے کے اختیارات گورنروں کے ہاتھ میں تھے، کوئی بھی گورنر آئین کو معطل کر کے کل اختیارات اپنے ہاتھ میں لے سکتا تھا۔ لہٰذا صوبوں میں جمہوریت اسی وقت تک چل سکتی تھی جب تک گورنر اسے چلنے کی اجازت دیتا، جہاں تک مرکزی حکومت کا تعلق تھا وہاں صورتِ حال اس سے بھی زیادہ خراب تھی، یہاں پر دوعملی کے اصول کو متعارف کرانے کی کوشش کی گئی جو صوبوں میں پہلے ہی مسترد کر دیا گیا تھا، مرکزی حکومت نہ صرف ایک کمزور فیڈریشن تھی بلکہ یہاں ریاستی حکمرانوں اور مفاد پرستوں کا غلبہ تھا یہ برطانوی حکمرانوں کی حمایت کرتے تھے۔

لہٰذا یہ امر باعث تعجب نہیں کہ کانگریس جو ملک کی مکمل آزادی کے لئے لڑ رہی تھی ان انتظامات کو قبول کرنے سے انکار نہ کرتی، کانگریس نے مرکزی حکومت کیلئے مجوزہ فیڈریشن کو مسترد کر دیا کافی عرصہ تک کانگریس ورکنگ کمیٹی صوبائی خودمختاری کو بھی قبول کرنے سے گریزاں رہی ایک طاقتور حلقہ تو انتخابات میں حصہ لینے کے بھی خلاف تھا تاہم میں اس نکتۂ نظر کا حامل تھا کہ انتخابات کا بائیکاٹ ایک غلطی ہوگی، اگر کانگریس نے ایسا کیا تو کم قابلِ قبول لوگ مرکزی اور صوبائی قانون ساز اداروں پر قبضہ کر لیں گے اور ہندوستانی عوام کے نام پر بات کرنا شروع کر دیں گے، مزید براں انتخابی مہم، ہندوستانی سیاست کے بنیادی اصولوں کا شعور عوام الناس کو دینے کا موقع بھی فراہم کرے گی نتیجتاً میرے نقطۂ نگاہ کو مان لیا گیا، کانگریس نے انتخابات میں حصہ لیا اور وہی نتائج حاصل کئے جن کا میں نے پہلے ہی اشارہ دے دیا تھا۔

> کانگریس متحدہ قومیت کے اُس مقام تک پہنچ سکی جہاں وہ فرقہ پرستی کو چھوڑ سکے اور میرٹ پر اپنے لیڈروں کو منتخب کر سکے

اب کانگریس کی قیادت میں نئے اختلافات کا انکشاف ہوا جن لوگوں نے الیکشن میں حصہ لیا تھا ان کے ایک حلقے نے کانگریس کے نامزد افراد کو حکومتی عہدے لینے کی مخالفت شروع کر دی، انہوں نے دلیل دی کہ گورنروں کے ہاتھوں میں خصوصی اختیارات کی موجودگی میں صوبائی خودمختاری ایک استہزا ہے کانگریسی وزیر گورنر کی خوشنودی میں رہیں گے، اگر کانگریسی اپنے انتخابی وعدوں کو پورا کرنا چاہے گی تو گورنروں سے تصادم ناگزیر ہے انہوں نے کہا کہ کانگریس کو آئین کو بدلنے کی کوشش کرنا چاہیئے، اس مسئلہ پر ہم میں سے کچھ لوگوں کے خیالات اس سے مختلف تھے ہمارا خیال تھا کہ صوبائی حکومتوں کو اپنے وہ اختیارات جو آئین کے تحت ملے تھے مکمل طور پر استعمال کرنے اگر کسی گورنر سے اختلافات پیدا ہوں تو اس سے موقع و محل کے اعتبار سے نمٹا جائے اختیارات کے اصل استعمال کے بغیر کانگریس کے پروگرام پر عملدرآمد نہیں کیا جا سکتا تھا اگر کسی عوامی مسئلہ پر کانگریس کے وزیروں کو حکومت سے علیحدہ ہونا پڑا تو اس سے کانگریس کی مقبولیت میں اور اضافہ ہوگا۔

جب یہ مباحثہ جاری تھا صوبوں میں عبوری

حکومتیں تشکیل پا گئیں یہ غیر کانگریسی لوگوں نے بنائیں اور بعض صورتوں میں تو کانگریس مخالف عناصر نے تشکیل دیں، حکومتیں قبول کرنے میں کانگریس کا فیصلہ نہ کرنا نہ صرف اس کی صفوں میں اختلاف رائے کی نشاندہی کرتا تھا بلکہ اس نے رجعت پسند قوتوں کو موقع فراہم کر دیا کہ وہ اپنی شکست کے نقصان کی تلافی کریں۔ وائسرائے سے طویل مذاکرات کے بعد یہ یقین دہانی حاصل کی گئی کہ صوبے کے گورنرز، صوبائی وزارتوں کے کاموں میں مداخلت نہیں کریں گے ان مذاکرات کے نتیجہ میں کانگریس نے آخرکار حکومتیں بنانے کا فیصلہ کر لیا، پہلے اس نے ان صوبوں میں حکومتیں بنائیں

بہار اور بمبئی دونوں جگہوں پر کانگریس اپنے ٹیسٹ میں پوری نہیں اتری

جہاں اسکو پارلیمانی اکثریت حاصل تھی، اسکے بعد ان صوبوں میں جہاں وہ واحد اکثریتی پارٹی تھی اور آخر میں وہاں جہاں وہ حکومت بنا سکتی تھی۔

یہ پہلا موقع ہے کہ کانگریس نے انتظامیہ کی ذمہ داری سنبھالی تھی لہذا کانگریس کے لئے یہ ایک امتحان تھا اور عوام دیکھ رہے تھے کہ یہ تنظیم کس طرح اپنا قومی کردار برقرار رکھتی ہے، مسلم لیگ کا کانگریس کے خلاف خاص پروپیگنڈہ یہی تھا کہ بس نام کی قومی جماعت ہے، مسلم لیگ نے کانگریس کو صرف بدنام کرنے تک ہی قناعت نہیں کی بلکہ الزام لگایا کہ کانگریس وزراء اقلیتوں پر مظالم کر رہے ہیں اس نے ایک کمیٹی مقرر کی جس نے اپنی رپورٹ میں مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے خلاف کانگریسی وزراء کے رویہ پر ہر قسم کے الزامات عائد کئے میں اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ یہ الزامات بے بنیاد تھے یہی خیال صوبوں کے تمام گورنروں اور وائسرائے کا تھا یہی وجہ ہے کہ مسلم لیگ کی تیار کردہ رپورٹ کو سنجیدہ لوگوں نے قبول نہیں کیا۔

ظلم و ستم کی کہانیاں جو مسلم لیگ نے پھیلائی تھیں خالصتاً گھڑی ہوئی تھیں لیکن دو باتیں ایسی ہوئیں جنہوں نے صوبائی کانگریس کمیٹیوں کے رویہ کو ظاہر کیا مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بہار اور بمبئی دونوں جگہوں پر کانگریس ہندوستانی قومیت کے اپنے ٹیسٹ میں پوری نہیں اتری بلکہ کانگریس فرقہ پرستی کے روپ میں سامنے آئی، بمبئی میں مسٹر نریمان کانگریس کے تسلیم شدہ لیڈر تھے جب صوبائی حکومت کی تشکیل کا وقت آیا تو توقع کی گئی کہ مسٹر نریمان صوبائی حکومت کی قیادت کریں گے اس کا مطلب یہ تھا کہ صوبائی وزیر اعلیٰ ایک پارسی ہوگا جب کہ اسمبلی میں کانگریس کے ہندو ارکان کی اکثریت تھی سردار پٹیل اور ان کے ساتھی اس صورت حال سے مصالحت نہ کر سکے۔ اور انہوں نے محسوس کیا کہ یہ ہندوؤں کے ساتھ ناانصافی ہوگی چنانچہ مسٹر بی۔ جی کھیر کو بمبئی کی اسمبلی کی کانگریس پارٹی کا لیڈر منتخب کر لیا گیا۔

مسٹر نریمان فطری طور پر اس فیصلہ سے بڑے دل برداشتہ ہو گئے انہوں نے کانگریس ورکنگ کمیٹی کے سامنے یہ سوال اٹھایا جواہر لال اس وقت کانگریس کے صدر تھے اور بہت سوں کو توقع تھی کہ چونکہ وہ فرقہ پرستی کے مرض سے آزاد ہیں اس لئے وہ نریمان کے ساتھ انصاف کریں گے۔ لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں ہوا۔ جواہر لال نے سوچا کہ اگر انہوں نے اس فیصلہ کی مخالفت کی تو لوگ انہیں سردار پٹیل کا مخالف گردانیں گے۔ وہ کوئی ایسی بات نہیں کرنا چاہتے تھے جس سے سردار پٹیل کے دوستوں کو ان پر تنقید کرنے کا موقع مل جائے۔ لہٰذا انہوں نے پٹیل کا دل ہاتھ میں لینے کے لئے نریمان کی اپیل مسترد کر دی ایسا لگتا تھا کہ وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ وہ اپنے دور میں سردار پٹیل پر الزامات لگانے کی اجازت نہیں دیں گے۔

نریمان جواہر لال کے رویہ پر بہت متعجب ہوا کیونکہ جواہر لال اس کے ساتھ بہت سختی سے پیش آیا اور ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں اسے ڈانٹ کر خاموش کر دیا نریمان نے گاندھی جی سے رجوع کیا، گاندھی نے خاموشی سے اس کا کیس سنا اور کہا کہ پٹیل کے خلاف لگائے گئے الزامات کی تحقیق ایک غیر جانبدار شخص کرے گا۔

چونکہ نریمان ایک پارسی تھا اس لئے سردار پٹیل اور اس کے دوستوں نے تجویز کیا کہ کیس کی انکوائری کے لئے ایک پارسی ہی کو نامزد کیا جائے انہوں نے اپنے کیس کو اس منصوبہ بندی سے تیار کیا کہ حقائق چھپ گئے انہوں نے دیگر ذرائع سے بھی اپنا اثر و رسوخ اس طرح استعمال کیا کہ غریب نریمان کیس کی انکوائری شروع ہونے سے پہلے ہی دل ہار بیٹھا اور انجام کار یہ طے پایا کہ سردار پٹیل کے خلاف کوئی بات ثابت نہ ہو سکی۔

کوئی بھی جسے اندر کی کہانی معلوم تھی اس فیصلے سے مطمئن نہیں ہوا۔ ہم سب جانتے تھے کہ سردار پٹیل کی فرقہ وارانہ مانگ پر پردہ ڈالنے کے لئے سچ کو قربان کر دیا گیا۔ نریمان کا دل ٹوٹ گیا اور اس کی پبلک لائف ختم ہو گئی۔

ایسا ہی ایک واقعہ بہار میں ہوا۔ جب انتخابات ہوئے تو ڈاکٹر سید محمود صوبہ کے چوٹی کے لیڈر تھے۔ وہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے جنرل سیکرٹری بھی تھے اس لحاظ سے وہ صوبہ کے اندر اور صوبے سے باہر دونوں جگہوں پر ایک حیثیت کے مالک تھے۔ لہٰذا جب کانگریس پارٹی اسمبلی

سردار پٹیل کی فرقہ وارانہ مانگ پر پردہ ڈالنے کے لئے سچ کو قربان کر دیا گیا، نریمان کا دل ٹوٹ گیا، اور اس کی پبلک لائف ختم ہو گئی

میں اکثریت میں آئی تو یہ طے ہوا کہ ڈاکٹر سید محمود کو اسمبلی کا لیڈر منتخب کیا جائے تاکہ وہ بہار کے پہلے وزیر اعلیٰ بنیں لیکن سری کرشنا سنہا اور نارائن سنہا جو جنرل اسمبلی کے اراکین تھے انہیں بہار بلایا گیا اور کرشنا سنہا کو چیف منسٹر بنا دیا گیا۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد نے بہار میں وہی کھیل کھیلا جو سردار پٹیل نے بمبئی میں کھیلا تھا فرق صرف اتنا تھا کہ جب کرشنا سنہا نے بہار میں حکومت بنائی تو ڈاکٹر سید محمود کو کابینہ میں لیا گیا۔

ان دو واقعات نے اس وقت بہت بدمزگی پیدا کر دی۔ پیچھے مڑ کر جب میں دیکھتا ہوں تو میں محسوس کئے بغیر نہیں رہتا کہ کانگریس نے اپنا آدرش چھوڑ دیا اور یہ ماننا پڑتا ہے کہ کانگریس متحدہ قومیت کے اس مقام تک نہیں پہنچ سکی جہاں وہ فرقہ پرستی کو چھوڑ سکے اور اپنے لیڈروں کو صرف میرٹ کی بنیاد پر بغیر اس لحاظ کے کہ وہ اقلیتی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں یا اکثریتی فرقہ سے منتخب کر سکے۔

(جاری ہے)

منیٰ میں حجاج کا ایک منظر
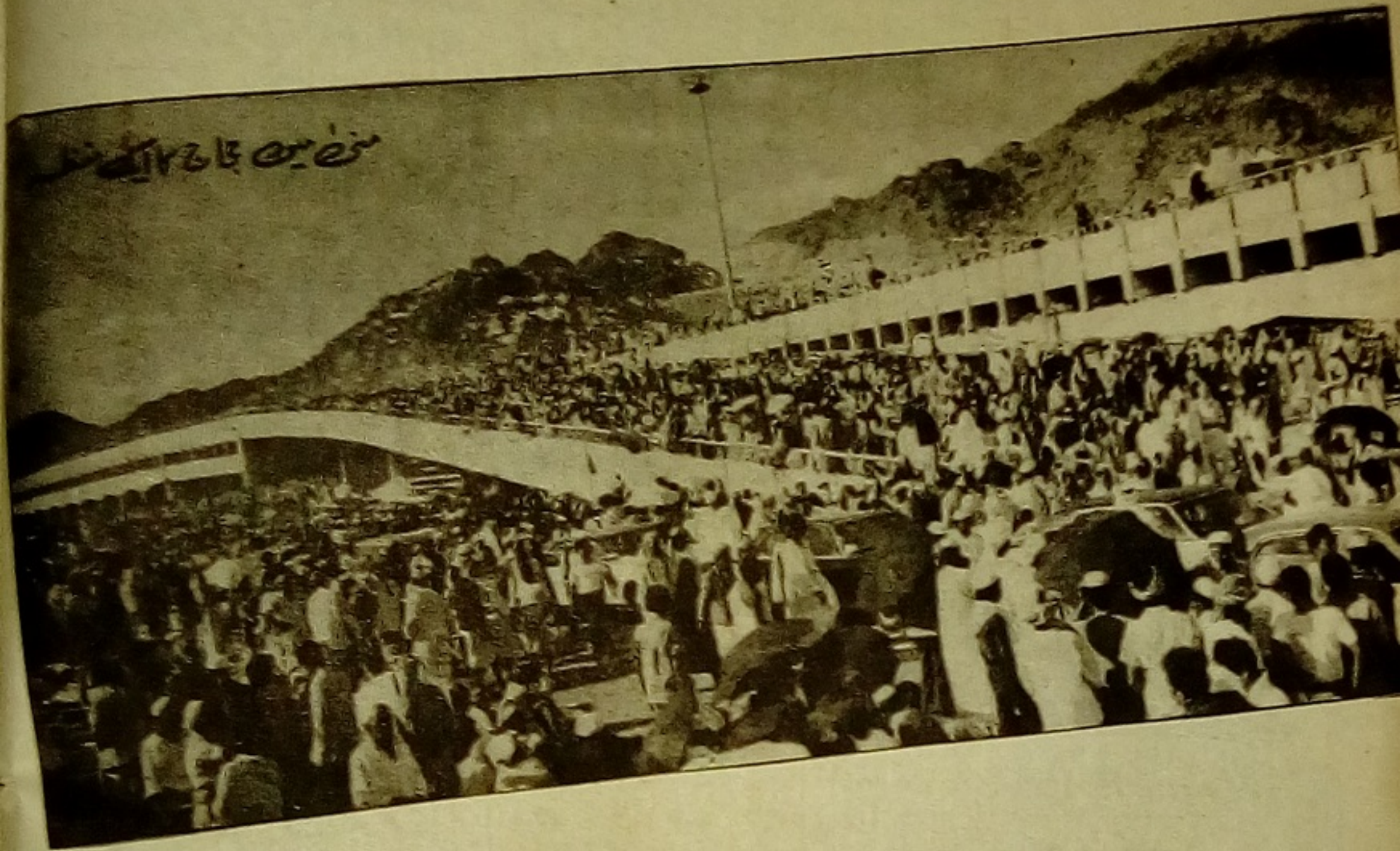
حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا روح پرور اور ایمان افروز عالمگیر اجتماع

اقبال احمد اختر القادری

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے لہٰذا حج کرو ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہر سال؟ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا اس شخص نے تین مرتبہ یہی کلمہ دہرایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو واجب ہو جاتا اور تم سے نہ ہو سکتا پھر فرمایا جب تک میں کسی بات کو بیان نہ کروں مجھ سے سوال نہ کرو اگلے لوگ کثرت سوال اور انبیاء (علیہم السلام) کی مخالفت سے ہلاک ہو گئے۔ لہٰذا جب تک میں کسی بات کا حکم نہ دوں تو جہاں تک ہو سکے اسے کرو اور جب میں کسی بات سے منع کروں تو اسے چھوڑ دو۔ (صحیح مسلم شریف)

○ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی کہ کون سا عمل افضل ہے فرمایا اللہ اور رسول پر ایمان۔ عرض کی گئی اس کے بعد فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ عرض کی گئی پھر کیا فرمایا حج مبرور۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے حج کیا اور رفث (فحش کلام) نہ کیا اور فسق نہ کیا تو گناہوں سے پاک ہو کر ایسا لوٹا جیسے کہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ (بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ)

○ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ عمرہ سے عمرہ تک ان گناہوں کا کفارہ ہے جو کہ درمیان میں ہوئے اور حج مبرور

کا ثواب جنت ہی ہے۔ (کنز العمال ایضاً)

○ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج ان گناہوں کو دفع کر دیتا ہے جو پیشتر ہوئے۔
(مسلم شریف۔ ابن خزیمہ)

○ ابن ماجہ، ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج کمزوروں کے لئے جہاد ہے۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ابن ماجہ نے روایت کی کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، عورتوں پر جہاد ہے فرمایا ہاں ان پر وہ جہاد ہے۔ جس میں لڑنا نہیں حج و عمرہ اور انہی سے مروی ہے فرمایا تمہارا جہاد حج ہے۔
(بہار شریعت جلد اول ۵۳۹)

○ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج و عمرہ محتاجی اور گناہوں کو ایسے دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور سونے اور چاندی کے میل کو دور کرتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔
(ترمذی شریف، ابن خزیمہ و ابن حبان)

○ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا ایسا ہے جیسے میرے ساتھ حج کیا۔ (بخاری، مسلم و ابوداؤد و سنن نسائی و ابن ماجہ شریف)

○ بزار نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حاجی اپنے گھر والوں میں سے چار سو کی شفاعت کرے گا۔ اور گناہوں سے ایسا نکل جائے گا جیسے اس دن کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ بہار شریعت۔ حصہ ششم۔

○ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جو خانہ کعبہ کے قصد سے آیا اور اونٹ پر سوار ہوا جو قدم اٹھاتا اور رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے لئے نیکی رکھتا ہے اور خطا مٹاتا ہے اور درجہ بلند فرماتا ہے یہاں تک کہ جب کعبہ معظمہ کے پاس پہنچا اور طواف کیا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی پھر سر منڈایا یا بال کتروائے تو گناہوں سے ایسا نکل گیا جیسے اس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔
(بیہقی شریف)

○ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی صحیح شریف ابن خزیمہ و حاکم ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جو مکہ سے پیدل حج کو جائے یہاں تک کہ مکہ واپس آئے اس کے لئے ہر قدم پر سات سو نیکیاں حرم شریف کی نیکیوں کے مثل لکھی جائیں گی عرض کی گئی کہ حرم شریف کی نیکیوں کی کیا مقدار ہے فرمایا ہر نیکی لاکھ نیکی ہے۔ تو اس حساب سے ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں ہوئیں۔

وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْم ۝

○ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حاجی کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ اور حاجی جس کے لئے استغفار کرے اس کی بھی۔
(بزار و طبرانی)

○ طبرانی اوسط میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام نے عرض کی اے اللہ! جب تیرے بندے تیرے گھر کی زیارت کو آئیں تو انہیں تو کیا عطا فرمائے گا۔ فرمایا ہر زائر کا اس پر حق ہے جس کی زیارت کو جائے ان کا مجھ پر حق ہے کہ دنیا میں انہیں عافیت دوں گا۔ اور جب مجھ سے ملیں گے تو ان کی مغفرت فرما دوں گا۔ (طبرانی، بہار شریعت)

○ ابو یعلیٰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو حج کے لئے نکلا اور مر گیا "فوت ہو گیا" تو قیامت تک اس کے لئے حج کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا۔ اور جو عمرے کے لئے نکلا اور مر گیا تو قیامت تک عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا اور جو جہاد میں گیا اور مر گیا اس کے لئے قیامت تک غازی کا ثواب لکھا جائے گا۔
(بہار شریعت اول صفحہ ۵۵۱)

○ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جو اس راہ میں حج یا عمرہ کرنے کے لئے نکلا اور مر گیا اس کی پیشی نہیں ہوگی۔ نہ حساب ہوگا اور اس سے کہا جائے گا تو جنت میں داخل ہو جا۔ (طبرانی و ابو یعلیٰ و دار قطنی و بیہقی)

○ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ گھر (کعبۃ اللہ) اسلام کے ستونوں میں سے ایک ستون ہے۔ پھر جس نے حج کیا یا عمرہ کیا وہ اللہ کی ضمانت میں ہے، اگر مر جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ اور گھر کو واپس کر دے تو اجر و غنیمت کے ساتھ واپس کرے گا۔ (طبرانی)

○ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حاجی کو کیسا ہونا چاہئے۔ فرمایا: پراگندہ سر میلا کچیلا۔ دوسرے نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حج کا کون سا عمل افضل ہے فرمایا بلند آواز سے لبیک کہنا اور قربانی کرنا اور کسی نے عرض کی سبیل کیا ہے فرمایا توشہ اور سواری۔
(شرح سنت، بہار شریعت، فتاویٰ رضویہ)

○ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جو مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام تک حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر آیا اس کے اگلے پچھلے گناہ سب بخش دیئے جائیں گے یا اس کے لئے جنت واجب ہوگی۔ (ابو داؤد، سنن ابن ماجہ، بہار شریعت)

حج کے بعض مسائل :

حج نام ہے احرام باندھ کر نویں ذی الحجہ کو عرفات میں ٹھہرنے اور کعبہ معظمہ کا طواف کرنے کا اور اس کے لئے ایک خاص وقت مقرر ہے کہ اس میں یہ افعال کئے جائیں تو حج ہے۔ ۹ھ میں حج فرض ہوا۔ اس کی فرضیت قطعی ہے جو اس کی فرضیت کا انکار کرے کافر ہے مگر عمر میں صرف ایک بار فرض ہے۔
(فتاویٰ عالمگیری۔ فتاویٰ رضویہ، بہار شریعت)

دکھاوے کے لئے حج کرنا اور مال حرام سے حج کو جانا حرام ہے۔ حج کو جانے کے لئے جس سے اجازت لینا واجب ہے بغیر اس کی اجازت کے جانا مکروہ ہے مثلاً ماں باپ اگر اس کی خدمت کے محتاج ہوں اور ماں باپ نہ ہوں تو دادی، دادا کا بھی یہی حکم ہے یہ حج فرض کا حکم ہے اور نفل ہو تو مطلقاً والدین کی اطاعت کرے۔
(فتاویٰ عالمگیری، رد المحتار، بہار شریعت اول ۵۵۲)

جب حج پر جانے پر قادر ہو حج فوراً فرض ہو گیا اسی سال حج کو جائے اب تاخیر گناہ ہے اور چند سال تک نہ کیا تو فاسق ہے اور اس کی گواہی مردود مگر جب کرے گا ادا ہے قضا نہیں۔ (در مختار)

عید الاضحیٰ جذبہ ایثار و عمل کی یاد منانے کا دن!

اللہ تعالیٰ عزوجل کے نزدیک وہی عبادت مقبول ہے جو عبادت اور عمل اس کے پیارے محبوب رسول اکرم کے بتائے ہوئے طریقے پر کیا جائے اور اگر کوئی شخص عبادت و عمل میں سرکار مدینہ سرور قلب و سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقۂ مبارکہ سے ہٹ کر عمل کرتا ہے تو وہ عمل اور عبادت رب کائنات کے ہاں مقبول نہیں۔ نماز اگرچہ عبادت ہے لیکن اگر اس عبادت کو اس کے اوقات میں ادا نہ کیا گیا اور طریقۂ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ اپنایا گیا تو یہ عبادت بیکار ہے۔ ۱۰ ذوالحجہ کو سنتِ ابراہیمی علیہ السلام کی پیروی میں قربان کئے گئے جانوروں کی قربانی بھی عبادت ہے لہٰذا ضروری ہے کہ اس عبادت کی ادائیگی بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق کی جائے سرکار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید کی نماز کے بعد جانور قربان کرنے کا حکم فرمایا ہے اور مزید فرمایا کہ جس نے عید کی نماز ادا کرنے سے قبل قربانی کی تو گویا اس نے اپنے گھر والوں کے لئے گوشت جلدی مہیا کرنے کی تدبیر کی اس کا تعلق قربانی سے قطعی نہیں ہے۔

ایک مقام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے عید کی نماز کے بعد جانور خدا کی بارگاہ میں قربان کیا تو اس کی عبادت مکمل ہوئی اور اس نے مسلمانوں کی سنت اور طریقہ اپنا لیا۔

پس حکم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق جانور عید کی نماز کے بعد ہی قربان کئے جائیں۔ امام الفقہا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قربانی واجب ہے۔ امام شافعی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے، امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قربانی غنی کے اوپر واجب ہے۔ (حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی قربانی اسی پر واجب قرار دیتے ہیں جو صاحب استطاعت ہو) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ قربانی کے واجب ہونے کے لئے حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث شریف کا حوالہ دیتے ہیں جس میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جو شخص عیدالاضحیٰ کے وقت جانور قربان کرنے کی استطاعت رکھتے ہوئے بھی قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے"۔ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال دو بہت کبرے سب اپنے دست مبارک سے ذبح فرمایا کرتے تھے اور ذبح کرنے سے قبل رب کائنات عزوجل کی بارگاہ میں عرض کرتے "یا الٰہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اُمت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے اسے قبول فرما"۔ پھر آپ بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر اسے ذبح فرمایا کرتے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کے جانوروں میں مسنہ کے علاوہ دوسرے جانوروں کی قربانی سے منع فرمایا ہے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اگر مسنہ دستیاب نہ ہو سکے تو اس کی جگہ جذعہ قربان کرو۔ جذعہ کا مطلب وہ دنبہ ہے جو چھ ماہ کا ہو گیا ہو دوسری روایت میں ہے کہ جو سات ماہ کا ہو چکا ہو مگر شرط یہ ہے کہ دیکھنے

میں ایسا لگے کہ مسنہ ہے، یعنی دیکھنے میں ایسا لگے کہ ایک سال کا ہے اگر کمزور یا لاغر ہو گا تو چھ یا سات ماہ کا بھی ناجائز ہو گا۔ بکرے اور بکری میں جذعہ کا قربان کرنا درست نہیں۔

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے علی! قربانی کے جانور کی آنکھیں اور کان اچھی طرح دیکھ لیا کرو اور جس جانور کے کان اوپر یا نیچے سے کٹے ہوئے ہوں اسے قربانی کے لئے استعمال نہ کرو۔ اور نہ ہی ایسے جانوروں کی قربانی کرو جن کے کان گولائی یا لمبائی میں کٹے ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے جانوروں کی قربانی سے بھی منع فرمایا جن کے سینگ ٹوٹے ہوئے ہوں۔ ایک حدیث شریف میں چار طرح کے جانوروں کی قربانی سے منع فرمایا ہے۔

۱:- ایسا لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو۔

۲:- ایسا جس کو آنکھ سے نظر نہ آئے یا کم نظر آئے۔

۳:- جس کی بیماری ظاہر ہو اور تندرستی کی امید نہ ہو۔

۴:- ایسا کمزور کہ اس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو۔

جس جانور کا کان تہائی حصے سے زیادہ کٹا ہوا ہو اس کی قربانی درست نہیں اسی طرح جس کی دم کا تہائی حصہ کٹا ہوا ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔ وہ جانور جس کے منہ میں دانت کوئی نہ ہو یا اکثر دانت نہ ہوں اس کی بھی قربانی درست نہیں جس جانور کے پیدائشی سینگ نہ ہوں تو اس کی قربانی جائز ہے جس جانور کے سینگ کا کچھ حصہ ٹوٹ گیا ہو مگر اکثر باقی ہو تو اس کی قربانی جائز ہے البتہ ایسے جانور جن کے سینگ جڑ سے اکھڑ گئے ہوں تو ان کی قربانی جائز نہیں اگر کسی نے صحیح سالم جانور قربانی کے لئے خریدا مگر بعد میں نقص پڑ گیا جو کہ مانع قربانی ہے تو اگر قربانی کرنے والا صاحب استطاعت ہے تو اس پر لازم ہے کہ دوسرا جانور خریدے اور قربانی کرے۔ (بہار شریعت، قلمی فتوے، علامہ مفتی اختر رضا خان ازہری)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قربانی کے دن آدمی کا کوئی کام اللہ کی راہ میں خون بہانے یعنی قربانی کرنے سے زیادہ اللہ کے نزدیک محبوب نہیں وہ جانور جس کی قربانی کی گئی وہ قیامت کے دن اپنے بالوں، سینگوں اور کھروں کے ساتھ پیش کیا جائے گا۔ اور جس شخص نے اس جانور کی قربانی دی تھی اس جانور کی وجہ سے اس کا میزان عمل بھاری ہو جائے گا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا کہ قربانی کے جانور کا خون زمین پر گرنے سے قبل بارگاہ خداوندی میں قبولیت کا درجہ حاصل کر لیتا ہے پس ان قربانیوں سے اپنے دلوں کو خوش کرو اور یہ مقام اسی وقت حاصل ہو گا جب قربانی محض اللہ عزوجل کی خوشنودی کے لئے کی جائے اور دنیاداری اور نمود و نمائش سے اجتناب کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ عزوجل قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ اس کی بارگاہ میں نہ تو ان جانوروں کے خون کی رسائی ہے اور نہ ہی ان کا گوشت اس تک پہنچتا ہے بلکہ اس کی بارگاہ تک جو چیز پہنچتی ہے وہ تقویٰ اور پرہیزگاری ہے (مفہوم ترجمہ "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن") اور اس قربانی کا مقصد بھی یہی ہے کہ مسلمانوں میں قربانی کے ذریعے تقویٰ پیدا ہو اور ہر وقت ہر گھڑی اللہ عزوجل کی نگاہ میں

ہر چیز قربان کرنے کو تیار رہے۔

قربانی کے جانور شعائر اللہ ہیں اس لئے ان کی توقیر و تعظیم ضروری ہے۔ ان جانوروں کی تعظیم یہی ہے کہ ان کی اچھی طرح دیکھ بھال کی جائے اور ان کو تیز دھار والی چھری سے ذبح کیا جائے تاکہ ذبح کے وقت ان کو زیادہ تکلیف نہ ہو۔ ذبح کرنے کی جگہ تک آرام سے لایا جائے۔ ذبح کے لئے آرام سے لٹایا جائے۔ ذبح کرنے کے بعد فوراً ہی نہ چھوڑ دیا جائے۔ ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح نہ کیا جائے۔

احادیث مبارکہ میں قربانی کے بے شمار فضائل وارد ہیں۔ مختصر یہ کہ جو اپنے گھر سے قربانی کا جانور خریدنے کے لئے نکلے اس کو ہر قدم پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ دس گناہ مٹ جاتے ہیں اور اس کے دس درجے بلند ہو جاتے ہیں۔ اور جب وہ قربانی کا جانور خریدتے وقت اس کے مالک سے جو بات چیت کرتا ہے تو وہ بات چیت تسبیح شمار کی جاتی ہے اور جب وہ اس کی قیمت ادا کرتا ہے تو ہر ہر درہم کے عوض اس کو سات سو نیکیاں عطا کی جاتی ہیں جب وہ اس کو ذبح کرنے کے لئے لٹاتا ہے تو اس خطۂ زمین سے لے کر آسمان تک تمام مخلوق قربانی کرنے والے کے لئے دعا کرتی ہے جب وہ ذبح کر دیتا ہے تو جو خون بہتا ہے اللہ تعالیٰ عزوجل ہر قطرے کے عوض دس فرشتے پیدا فرماتا ہے جو صاحب قربانی کے لئے قیامت تک بخشش کی دعا مانگتے ہیں۔ اور جب وہ اس کا گوشت تقسیم کرتا ہے تو ہر بوٹی کے عوض اس کو یہ ثواب ملتا ہے کہ گویا اس نے اولاد حضرت اسماعیل علیہ السلام میں سے ایک غلام آزاد کیا۔

تکبیر تشریق

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

قربانی کی دعا

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

(جمع الفوائد ج ۱ ص ۲۰۳)

"قربانی کا مسنون طریقہ"

قربانی کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ قربانی کرنے والا خود اپنے ہاتھ سے قربانی کرے اور اگر خود ذبح نہ کر سکتا ہو تو قربانی کے وقت وہاں موجود ضرور رہے اگر قصاب کے ساتھ ذبح کے وقت صاحب قربانی بھی چھری پر ہاتھ رکھ لے تو ذبح کے وقت قصاب اور صاحب قربانی دونوں کے لئے ضروری ہے کہ تکبیر "بسم اللہ، اللہ اکبر" کہیں۔ جانور کو ذبح کے وقت قبلہ رو لٹایا جائے اور قربانی کی دعا پڑھی جائے۔

حضور سرور مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانور کو قربان کرنے سے قبل دعائیں پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے "یا اللہ قربانی تیری عنایت اور عطا ہے اسے قبول فرما محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت کی طرف سے" ایک اور روایت ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ "یا اللہ! اس قربانی کو قبول فرما میری طرف سے اور میرے اس امتی کی طرف سے جو کہ قربانی نہیں کر سکا"۔

جس جانور میں کئی حصہ دار ہوں تو ضروری ہے کہ ان تمام افراد کی نیت خوشنودی باری تعالیٰ حاصل کرنا ہو۔ حصہ داروں میں گوشت اندازاً نہ تقسیم کریں بلکہ وزن کر کے سب کو برابر گوشت دیا جائے۔ قربانی کے گوشت کے تین حصے کرنا چاہیں۔

۱۔ اپنے لئے۔
۲۔ اعزہ و اقرباء کے لئے۔
۳۔ فقراء و مساکین کے لئے۔

گوشت کی تقسیم میں غرباء و فقراء کا خاص خیال رکھا جائے ایسا نہ ہو کہ اچھا اچھا تو اپنے لئے رکھ لیں اور بچا کچا غریبوں میں تقسیم کر دیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ مومن وہ ہے کہ جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی چیز اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی پسند کرتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ فقراء و غرباء میں بھی ایسا ہی

ہندوستان میں مسلمانوں کا وجود خطرے میں ہے

ملی جمعیۃ العلماء کے جنرل سیکریٹری مولانا سید احمد ہاشمی سے معصوم مرادآبادی کا انٹرویو
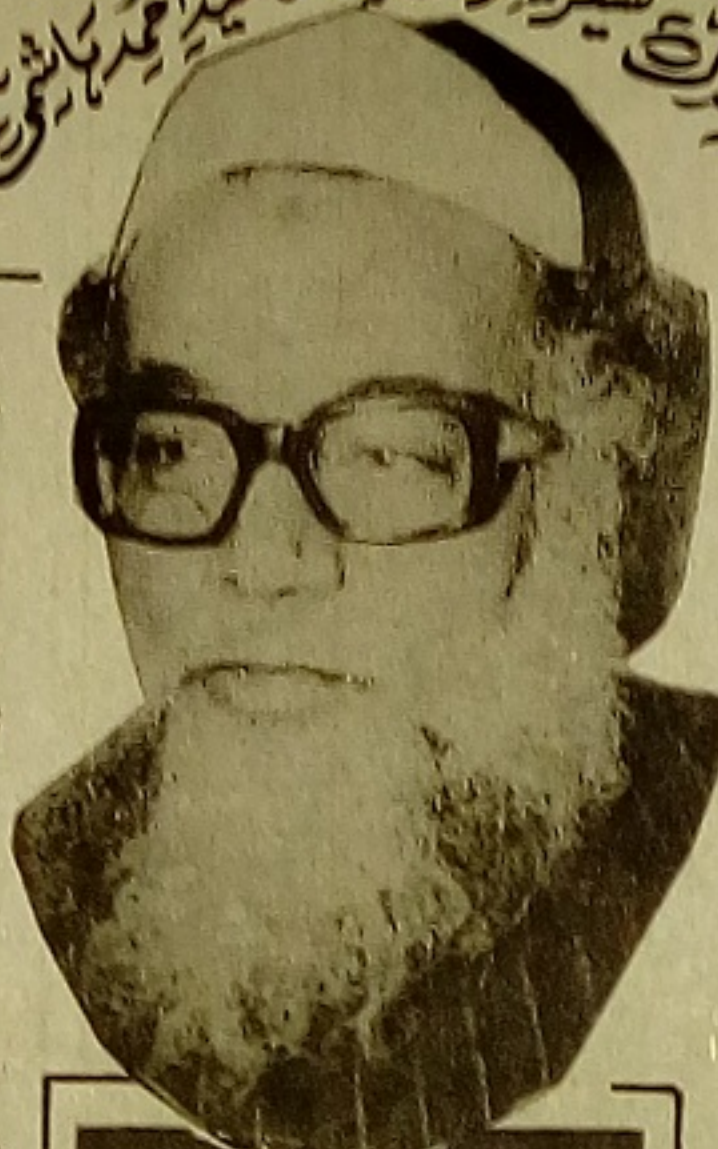
جمعیت علمائے ہند کاسہ لیسوں اور خوشامدیوں کی جماعت بن کر رہ گئی ہے!

سوال: آپ نے ہندوستان کے ضمیر پر دستک دینے کے لئے جو مسلم نیشنل کونسل بلانے کا اعلان کیا ہے اس کا محرک کیا ہے؟

جواب: آج ہندوستان کی آزادی کے ۴۴ سال بعد بھی ہر حساس، سیکولر اور جمہوریت پسند ہندوستانی تشویش اور بے چینی میں مبتلا ہے مجھے یہ بات کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ اس ملک میں سیکولر اور جمہوری طاقتیں پسپا ہوئی ہیں اور پسپا ہوتی جا رہی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس صورت حال میں جو طبقہ سب سے زیادہ نشانہ بن سکتا ہے وہ طبقہ مسلمانوں کا ہے اس لئے آج کی صورت حال میں ہندوستانی مسلمانوں کے ذہنوں میں بہت بھیانک انداز میں شکوک و شبہات پیدا ہو رہے ہیں اور ان کے ذہنوں میں ایک سوال پیدا ہو رہا ہے جس کا جواب تلاش کرنے کی وہ کوشش کر رہے ہیں۔ کیونکہ آزادی کے تقریباً نصف صدی بعد بھی اب تک ان کے حصے میں صرف آئین کی گارنٹیاں آئی ہیں۔ دستوری ضمانتیں اور تحفظات کی یقین دہانیاں ہی آئی ہیں۔ لیکن ہمیشہ عملی تجربہ یہ آیا ہے کہ آئین کی خلاف ورزی کی گئی، تحفظات کا استحصال کیا گیا اور انھیں اتنا نظر انداز کر دیا گیا کہ کاغذی یقین دہانی اور پُر فریب وعدوں کے علاوہ ان کے حصے میں کچھ نہیں آیا۔ بلکہ انھیں یہ محسوس ہوا کہ اگر انھوں نے اپنے وسائل سے اپنی طاقت اور توانائی کی بنیاد پر ہندوستانی متحدہ قومیت کے ایک حصے کی حیثیت سے کوئی رول بھی ادا کرنے کی کوشش کی تو وہ رول بھی انھیں ادا نہیں کرنے دیا گیا۔ یہی نہیں ان کے کاروبار، ان کی توانائی کو برباد اور پامال کرنے کی کوشش کی گئی اور عزم و ارادے کے اعتبار سے بھی ان کی اتنی حوصلہ شکنی کی گئی کہ وہ اپنا عزم حیات اور بلند حوصلگی کھو بیٹھیں۔

سوال: لیکن کیا آپ نہیں سمجھتے کہ حکومت کی تبدیلی کے ساتھ حالات تبدیل ہوتے ہیں؟

جواب: حکومتیں پہلے بھی تبدیل ہوتی رہی ہیں۔ ہندوستانی مسلمان کو ایک جمہوری عمل میں اس سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ کون سی حکومت رہتی ہے اور کون سی حکومت جاتی ہے۔ لیکن وہ دیکھتا ہے بیوروکریسی کا رویہ رہا ہے۔ مسلم پولیس کی زیادتیوں کا جہاں تک سوال ہے وہ پی اے سی ہو یا دہلی ہو یا بہار یا مہاراشٹر کی آرمڈ کانسٹبلری ہو سب کا رویہ وہی ہے انتظامیہ کا طریق کار وہی ہے۔ کل جو آزادی کے ہیرو تھے وہ نسل ہمارے بیچ سے اٹھتی چلی جا رہی ہے۔ اب تو شخصیتوں کی شکل میں کچھ روایات رہ گئی ہیں لیکن افراد اور وہ قدریں نہیں رہ گئی ہیں۔ پہلے کے مقابلے بے یقینی اور بے اعتمادی اور بڑھتی جا رہی ہے۔ لوگوں خاص کر نوجوانوں کے ذہنوں میں یہ سوال بار بار اٹھتا ہے کہ دوسرے برادران وطن کی نئی نسل کس طرح سے زندگی کے میدان میں آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے لیکن ان کے حصے میں محرومی، بے بسی، موت کا خطرہ، مال کی بربادی اور آبرو ریزی ہی آئی ہے انھیں یہ یقین ہے کہ ہندوستان کی تعمیر و ترقی میں موقع ملے تو وہ زیادہ بہتر رول ادا کر سکتے ہیں آزادی کی صبح سے لیکر آج تک بہت سے موقعوں پر توقعات قائم کی گئیں اور ابھی بھی میں یہ نہیں کہتا کہ ہم مایوسی کے اس دور پر کھڑے ہیں جہاں سے روشنی کی کوئی کرن نظر آئے لیکن اس سب کے باوجود حالات کی بے بسی، محرومی اور سب سے بڑی بات یہ کہ ہندوستانی مسلمان کی ہندوستانیت پر شبہ نے ذہنوں کے اندر ایک کشمکش پیدا کر دی ہے۔ اور یہ سوال کھڑا کر دیا ہے کہ آیا اس سیکولر جمہوری ہندوستان میں ہندوستانی مسلمانوں کو اپنا رول پیش کرنے کی واقعی آزادی ہے یا نہیں ہے۔

سوال: کیا آپ ہندوستان کے مسلمانوں کو ان کا جائز مقام دلوانے کے لئے یہ کوشش کر رہے ہیں اور آپ کا دائرہ کار کیا ہے؟

جواب: آج ہندوستانی مسلمانوں کے سامنے سب سے اہم سوال یہی ہے کہ انھیں ہندوستان میں اپنا رول ادا کرنے کی آزادی حاصل ہے۔ آج

پہلے فرقہ پرستوں کے ہاتھوں

اہانتِ رسولؐ اور اب دہلی انتظامیہ کے ہاتھوں

نعوذ باللہ۔ رسول اللہ پر الزام لگانے والی جس کتاب کو پہلے حکومت نے ضبط کر کے مقدمہ قائم کیا، اب اسی مقدمہ کو واپس لینے کی دہلی انتظامیہ نے سفارش کر کے مسلمانوں کے جذبات کی دل آزاری کی ہے

آر ایس ایس کے زیر اثر بلکہ زیر ہدایت سارے ہندوستان میں مسلمانوں اور اسلام کی شکل مسخ کر کے پیش کرنے کی مہم برسوں سے چل رہی ہے۔ سب سے پہلے ہندوستان کی تاریخ کو نشانہ بنایا گیا۔ اس میں پہلے ہی ایسا بہت سارا مواد انگریزوں نے داخل کر دیا تھا جس سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان نفرت پیدا ہو۔ آر ایس ایس کی پلاننگ کے تحت اس میں مزید شاخسانے لگائے گئے۔ تاکہ ہندو، مسلمانوں کو ظالم و جابر سمجھ کر ان سے بالکل نفرت کرنے لگیں۔ اس کے علاوہ یہ جانتے ہوئے کہ اسلام کی سادہ و حدانی تعلیمات انسانوں کے درمیان اعلیٰ و ادنیٰ کا فرق مٹانے والی تعلیمات ہندوستان کے ذاتوں میں بٹے ہوئے سماج کے لیے زہر ہلاہل ہیں اس لیے اسلام کے تعلق سے اس کی تعلیمات کے تعلق سے اور مسلمانوں اور پیغمبر اسلام کے تعلق سے ایسی بے سروپا باتیں اور واقعات کو بھی شائع کیا جانے لگا جس سے اسلام ایک دقیانوسی شرمناک اور انسانیت سوز مذہب نظر آئے اور اس کے آفاقی روحانی پیغام سے لوگ متاثر نہ ہوں۔

اس قسم کا لٹریچر تحریر کرنے والے افراد کے پس منظر کی اگر گہرائی سے جانچ پڑتال کی جائے تو ان کا تعلق اکثر و بیشتر آر ایس ایس کے حلقے سے ہی نکلتا ہے۔ اسی طرح ایسی کتابوں کے شائع کرنے والے اداروں کے مالکان کا تعلق بھی زیادہ تر آر ایس ایس سے ہے۔ ان میں سے بہت سے ادارے صرف اسلام مخالف مواد ہی شائع کرتے ہیں۔ اس شر انگیزی میں مصروف دوسرا گروپ آریہ سماجیوں کا ہے جو ملک کی آزادی سے پہلے سے ہی ان شرانگیزیوں میں مصروف ہے۔

بہر حال آر ایس ایس کا حلقہ ہو یا آریہ سماجیوں کا وہ تو اپنا کام کریں گے ہی مگر اصل سوال ہمارے سامنے یہ ہے کہ حکومت نے دل آزار نفرت پھیلانے والے اشتعال انگیز تحریروں، فلموں اور ڈراموں وغیرہ کے خلاف جو قانون بنا رکھا ہے اور اس قانون کے نفاذ کے لیے جو دفاتر کھول رکھے ہیں وہ کس حد تک اپنا فرض پورا کر رہے ہیں اور کس طرح اس قانون کو نافذ کر رہے ہیں۔ اس کا اندازہ کرنے کے لیے دہلی سے باہر جانے کی ضرورت نہیں بلکہ دہلی جو ملک کی راجدھانی ہے اس میں جس طرح اس قانون کے ساتھ آنکھ مچولی ہوتی ہے اس سے راجدھانی سے باہر اس قانون کے نفاذ کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

دہلی میں دو ادارے ایسے ہیں جو برسوں سے اہانتِ رسولؐ اور اہانت اسلام میں مصروف ہیں ان میں سے ایک تو ہندی کے ایک ماہنامہ رسالے کی مدیرہ پنڈتہ راکیش رانی ہیں جو اپنے رسالے کے ہر شمارے میں مسلمانوں کے خلاف اسلام کے خلاف اور بزرگانِ دین کے خلاف ہرزہ سرائی کرتی ہیں۔ اخباروں نے ماضی میں ان شرپسند محترمہ کے خلاف کئی بار آواز اٹھائی ہے۔ دہلی انتظامیہ نے ان پر کئی مقدمے بھی بنا رکھے ہیں۔ لیکن آج تک انہیں کسی مقدمہ میں سزا نہیں ہوئی ہے۔ حالانکہ جب دہلی انتظامیہ کیس بناتا ہے تو اس کا کوئی نہ کوئی جواز تو ہوتا ہوگا۔ پھر انہیں کسی مقدمہ میں ابھی تک سزا کیوں نہیں ہوئی ہے یہ بات خود طلب ہے۔؟

اسی طرح دوسرا ادارہ سیتارام گوئل کا ہے۔ ان کا "بھارت بھارتی" نام کا ادارہ ۲/۱۸ انصاری روڈ دریا گنج میں واقع ہے۔ سیتارام گوئل بھی کوئی نہ کوئی ایسی کتاب شائع کرتے رہتے ہیں جس میں اسلام یا پیغمبر اسلام کو انتہائی اہانت آمیز ڈھنگ سے بیان کیا جاتا ہے۔ چند سال پہلے جب دہلی کے گورنر ایچ ایل کپور صاحب تھے اس وقت بھی اسی سیتارام گوئل نے ایک کتاب Dead Hand of Islam شائع کی تھی جس پر اخباروں نے سخت احتجاج کرتے ہوئے اس کتاب پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا تھا۔ اس وقت کپور صاحب نے فوراً کارروائی کر کے اس کتاب

کو ضبط کر دیا تھا۔

اب انہی حضرات کا تازہ ترین کارنامہ سنئے۔ سیتا رام گوئل نے "حدیث کے مادھیم سے اسلام کا ادھین" (یعنی حدیث کی روشنی میں اسلام کا مطالعہ) نامی کتاب ۱۹۸۷ء کے آخر میں شائع کی تھی۔ ۳۰۲ صفحات پر مشتمل اس کتاب کا مصنف رام سروپ نامی کوئی شخص ہے۔ جس وقت یہ کتاب طبع ہو رہی تھی اسی وقت سی آئی ڈی کو اس کتاب کے متن کی جانکاری مل گئی۔ اور انہوں نے بلیماران میں بائنڈر یعنی جلد ساز کے ہاں چھاپہ مار کر ساری کتاب ضبط کر لی اور حوض قاضی تھانے میں ۱۹ دسمبر ۱۹۸۷ء کو ۲۵۹A ضابطہ فوجداری ہند کے تحت پبلشر اور مصنف دونوں کے خلاف مقدمہ درج کر لیا۔ اس مقدمہ کا FIR نمبر ۳۳۷/۸۷ ہے۔ پولیس نے اپنے کاغذات میں لکھا کہ "پرانی دہلی کے مسلم فرقے کے لوگوں میں اس کتاب کی طباعت کی خبر سے بہت غم و غصہ اور تشویش تھی اس لئے یہ قدم اٹھایا گیا۔"

اس وقت سے اس کیس کی فائل تیس ہزاری عدالت میں پڑی تھی۔ اور اس کی سماعت شروع نہیں ہوئی تھی۔ مگر اب اچانک ہفت روزہ ریڈینس میں شائع شدہ ایک مضمون کے مطابق ۲ جون ۱۹۹۰ء کو مسٹر نند کشور گوئل میٹروپولیٹن مجسٹریٹ کی عدالت میں دہلی انتظامیہ نے اس کیس کو واپس لینے کی درخواست پیش کی اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ اس کتاب میں کوئی بات قابل اعتراض نہیں ہے۔ فاضل مجسٹریٹ نے بھی کیس کو واپس لینے کے لئے رضامندی ظاہر کی مگر اتفاق سے اس وقت وہاں کچھ ایسے دردمند لوگ بھی موجود تھے جنہوں نے فاضل مجسٹریٹ کو اس بات سے آگاہ کیا کہ کتاب میں اہانت آمیز مواد موجود ہے۔ چنانچہ فوری طور پر مقدمہ خارج کرنے کی درخواست پر کوئی کارروائی تو نہ ہو سکی۔ مگر ایک ماہ کی تاریخ دے دی گئی۔ اور اس بات کا اندیشہ ہے کہ ایڈمنسٹریشن کی درخواست پر یہ مقدمہ خارج کر دیا جائے۔

مگر دہلی انتظامیہ کا یہ نظریہ کہ کتاب میں شامل مواد قابل اعتراض نہیں ہے نہ صرف انتہائی حیران کن ہے بلکہ صریحاً اس ذہنیت سے مماثلت رکھتا ہے جس نے یہ کتاب تحریر کی ہے اور جس نے اسے چھاپا ہے۔ ذہنوں کی اس یکسانیت اور یکجہتی کی وجہ سے فائل کارروائی نہیں ہوتی ہے۔

ہمارا مقصد قطعی طور پر اشتعال انگیزی نہیں ہے اور یقیناً ہم ان مکروہ اور سوہان روح باتوں کو نقل بھی نہ کرتے مگر انتظامیہ کے اس نظریہ نے کہ اس کتاب میں کوئی بات قابل اعتراض نہیں ہے ہمیں مجبور کر دیا کہ ہم چند مثالیں ان باتوں کی ضرور دیں جو ہر مسلمان کے لئے ہر حالت میں انتہائی قابل اعتراض ہیں اس میں ہمارے کہنے یا لکھنے سے کوئی فرق پڑنے والا نہیں ہے۔

اس ملعون کتاب کے صفحہ ۴۴، پر دلخراش تحریریں ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے بارے میں من گھڑت باتیں منسوب کی گئی ہیں۔

اسی طرح حضرت زید بن اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی توہین آمیز کلمات کہے گئے ہیں۔

اسی طرح بد طینت مصنف صفحہ ۱۱۶ پر لکھتا ہے "سچ تو یہ ہے کہ آسانی سے مل سکنے والی لوٹ مار کے لئے موقعہ پیدا کرنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طریقہ تھا" (نعوذ باللہ)

غرض اس قسم کی بکواس سے زیادہ شرمناک تحریریں اس خبیث کتاب میں موجود ہیں۔ اور جن الفاظ میں یہ باتیں درج ہیں انہیں نقل کرنا تو درکنار انہیں خود بھی پڑھنا نہیں چاہئے۔ مگر دہلی انتظامیہ کے عملے کو اس کتاب میں کوئی بات بھی قابل اعتراض نظر نہیں آتی۔ اس لئے اس نے اس مقدمے کو واپس لینے کی اجازت مانگی ہے۔

دہلی انتظامیہ کا یہ نظریہ کہ کتاب میں شامل مواد قابل اعتراض نہیں ہے نہ صرف انتہائی حیران کن ہے بلکہ صریحاً اس ذہنیت سے مماثلت رکھتا ہے جس نے یہ کتاب تحریر کی ہے

اس تازہ ترین واقعہ سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ ..... اہانت رسولؐ اور اہانت اسلام کے سلسلے میں قائم ہونے والے مقدمات میں کیوں کسی کو سزا نہیں ہوتی۔ اور یہ جنونی مقدمات چلنے کے باوجود بھی اپنی شرمناک حرکتوں سے کیوں باز نہیں آتے۔ اسی وجہ سے نہیں آتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کا کچھ بگڑنے والا نہیں ہے۔ پہلے تو پولیس ہی کیس بہت ہلکا بناتی ہے۔ مثلاً مذکورہ بالا سلسلے میں ہی پولیس نے یہ نہیں لکھا کہ کتاب میں ایسا مواد پایا جاتا ہے جس سے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہونچتی ہے وہ مشتعل ہو سکتے ہیں۔" بلکہ ایک مبہم سی بات کہہ دی کہ مسلمانوں میں اس کتاب کی طباعت کی خبر سے غم و غصہ اور تشویش ہے۔ اس لئے یہ قدم اٹھایا گیا۔ دوسری طرف جب انتظامیہ کسی مطبوعہ مضمون یا کتاب پر کیس بناتی ہے تو اس میں بھی اتنی گنجائش رکھتی ہے کہ دفاع کا موقع مل سکے اور مجرم بری ہو جائے۔

دہلی میں یہ کام محکمہ داخلہ کے زیر نگرانی ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق محکمہ داخلہ کے نچلے درجے کے کلرک اور بابو وغیرہ کیس تیار کر کے اپنے اعلیٰ افسران کے پاس بھیجتے ہیں۔ چونکہ ان کے لحاظ سے یہ معاملہ بہت زیادہ اہم نہیں ہوتا اس لئے وہ اس قسم کی فائلوں پر ماتحت افسران پر اعتماد کرتے ہوئے دستخط کر دیتے ہیں۔ اس ماتحت عملے میں زیادہ تر لوگ آر ایس ایس اور بھارتیہ جنتا پارٹی کے ہمدرد ہیں۔ اس لئے کیس فائل کرنے کے باوجود پیروی نہیں کی جاتی اور کچھ عرصے کے بعد پھر کیس واپس لینے کی فائل چلا دی جاتی ہے اور اس طرح مجرم قانون کے شکنجے میں پھنس کر بھی صاف نکل جاتا ہے۔

ہم وزیر داخلہ مفتی محمد سعید صاحب اور دہلی کے لیفٹیننٹ گورنر جناب ارجن سنگھ صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ فوراً اس کیس کی طرف متوجہ ہوں اور ان شر پسندوں کو اس طرح پھر نفرت پھیلانے کے لئے بے لگام نہ چھوڑیں۔

(شکریہ ہفت روزہ "اخبار نو" دہلی)

کراچی میں غیر ملکیوں کی یلغار اور انتظامیہ کی پُراسرار چشم پوشی

ڈاکٹر جاوید اختر

۱۹۴۷ء میں پاکستان وجود میں آیا جس کے لئے پاک و ہند کے تمام مسلمانوں نے خواہ ان کا تعلق پاکستان کے موجودہ علاقوں سے تھا یا ان کا تعلق ان علاقوں سے جو پاکستان میں شامل نہیں ہو سکے قربانی دی اور پاکستان وجود میں آیا لیکن ۱۹۷۱ء میں عصبیت اور زبان کو بنیاد بنا کر مشرقی پاکستان کو مغربی پاکستان سے الگ کر دیا گیا۔

مشرقی پاکستان کو مغربی پاکستان سے الگ کرنے اور اس کو بنگلہ دیش بنانے کا جو کھیل کھیلا گیا اس میں مشرقی پاکستان کے بنگالی مسلمانوں کے علاوہ ہندو بنگالی کا بہت بڑا کردار ہے کیونکہ مشرقی پاکستان میں ہندو ایک بہت بڑی تعداد میں موجود تھے اور بعض علاقوں میں تو ہندوؤں کا مکمل کنٹرول تھا۔

جب مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنانے کی تحریک چلائی گئی تو وہاں پر مکتی باہنی کا مشرقی پاکستان کے ہندوؤں نے مکمل طور پر ساتھ دیا۔ مسلمانوں کے گھروں کو لوٹا گیا اور پھر ہندو نے بنگال میں یہ کھیل کھیلتے ہوئے وہاں کے نوجوان طبقہ کو اپنا ہمنوا بنایا اور ان کو مغربی پاکستان کے خلاف اکسایا، جس سے بنگلہ دیش کے مسلمان مغربی پاکستان کے مسلمانوں کے خلاف ہو گئے اس طرح ہندو نے اپنا کھیل کھیل کر مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنوا دیا اور مشرقی پاکستان کی تمام دولت انڈسٹریز وغیرہ دہلی شفٹ کر دیں اس وقت سے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد جن کی تعداد تقریباً ۳ لاکھ ہے، ڈھاکہ شہر میں موجود ہیں جو پاکستان آنے کے منتظر ہیں لیکن حکومت پاکستان یہ کہتی ہے کہ حکومت کے پاس اتنے وسائل نہیں ہیں کہ ان کو پاکستان لایا جائے اس لئے عرصہ بیس سال سے وہ لوگ جو مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنانے کے خلاف تھے اور پاکستان کو متحد رکھنا چاہتے تھے وہ بے آسرا کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں اور ان کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے کیونکہ وہ پاکستان میں آنا چاہتے ہیں جن کی ایک بڑی تعداد پاکستان میں آباد بھی ہو چکی ہے۔

لیکن دوسری طرف پاکستان میں صورتحال مختلف ہے پاکستان کا سب سے بڑا شہر کراچی، جو کہ ایک کروڑ سے زیادہ آبادی پر مشتمل ہے جس میں بے روزگاری زوروں پر ہے پاکستان بھر کے عوام روزگار کی تلاش میں اسی شہر کا رخ کرتے ہیں۔ اور روزگار کے لئے مارے مارے پھرتے ہیں صرف دوسرے علاقوں سے آنے والے لوگ ہی نہیں بلکہ کراچی کے مستقل رہائش رکھنے والے لوگ بھی بے روزگار ہیں کیونکہ آبادی کا دباؤ تو بہت زیادہ ہے مگر روزگار کے مواقع بہت کم ہیں انڈسٹریز اس وقت تباہ حال ہیں۔

بنگالیوں کی ایک غیر قانونی بستی کا ایک منظر

اس تمام صورتحال کو دیکھتے ہوئے ہمیں ایک بات پر سوچنا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ جس شہر میں اسکے شہریوں اور ملک کے رہنے والوں کیلئے ہی روزگار موجود نہیں ہے اس کے کسی بھی علاقے میں چلے جائیں آپ کو بنگلہ دیش سے آنے والے بنگالیوں کی بستیاں نظر آئیں گی جن میں رہنے والوں کی تعداد ہزاروں میں نہیں بلکہ لاکھوں میں ہے اور کراچی شہر کے ہر ہوٹل ہر فیکٹری حتیٰ کہ ہر ادارے میں ان کی تعداد موجود ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کہ بالکل غیر قانونی طور پر پاکستان آئے ہیں جن کے پاس پاکستان کا نہ تو ویزا ہے اور نہ ہی کوئی اور اجازت نامہ ان غیر ملکیوں میں خصوصاً بنگالیوں کی تعداد میں کراچی میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور کراچی کے روزگار مہیا کرنے والے تمام اداروں پر یہ لوگ قابض ہو رہے ہیں اس طرح پاکستان کے عوام پر روزگار کے دروازے بند ہو رہے ہیں یہاں پر ہم ارباب اقتدار سے یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ پاکستان کا شہری تو بھوکا مر رہا ہے اور غیر قانونی طور پر پاکستان میں آنیوالے بڑی عیاشی کے ساتھ رہ رہے ہیں جن کے پاس تمام سہولتیں موجود ہیں۔ دوسری طرف ہماری انتظامیہ کی مشینری پولیس بہادر بنگالیوں سے بھتہ وصول کرکے ان کو تحفظ فراہم کر رہی ہے اور روزانہ ہزاروں روپیہ کراچی کے وہ پولیس اسٹیشن جن کے علاقوں میں غیر قانونی طور پر ملک میں داخل ہونے والے بنگالیوں کی بستیاں موجود ہیں روزانہ وصول کر رہے ہیں ان بستیوں میں جرائم پیشہ افراد کی ایک بہت بڑی تعداد موجود ہے جن کے لئے پولیس کا تحفظ موجود ہے۔

دوسری طرف جب سے کراچی میں غیر قانونی طور پر دوسرے ممالک خصوصاً بنگلہ دیش سے آنیوالے لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے تقریباً ۱۹۸۰ء کے بعد جب سے بنگالی کراچی میں آ رہے ہیں کراچی کے حالات دن بدن خراب ہوتے جا رہے ہیں۔ ۱۹۸۹ء سے کراچی لسانی ہنگاموں کا مرکز بنا ہوا ہے عصبیت زوروں پر ہے بھائی کو بھائی سے لڑوایا جا رہا ہے کبھی پنجابی کبھی پٹھان، کبھی سندھی کبھی مہاجر کے درمیان ہنگامہ آرائی ہو رہی ہے،

لیکن ایک طرف تو کراچی میں پاکستان کے رہنے والے ہی علاقائی بنیاد پر ایکدوسرے سے دست و گریباں ہیں اور حقوق کی بنیاد پر ایکدوسرے کو قتل کر رہے ہیں ایکدوسرے کے علاقوں سے نقل مکانی کر رہے ہیں، صنعتوں سے ایکدوسرے کو نکالا جا رہا ہے، ایکدوسرے کے گھر جلائے جا رہے ہیں اور ان تمام حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بنگلہ دیش سے آنے والا بنگالی جو غیر قانونی طور پر آ رہا ہے وہ ان تمام روزگار کے ذرائع پر قبضہ کر رہا ہے جو لسانی تنظیموں کے جھگڑے کی وجہ سے خالی ہو رہے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہ لوگ کراچی میں ایسے خالی پلاٹ جو کے ڈی اے یا کے ایم سی کے شہر میں موجود ہیں ان پر پولیس کے ذریعے قبضہ کرتے ہیں اور پھر پاکستان خصوصاً کراچی میں موجود بے گھر افراد جو پاکستان کے شہری ہیں ان کے ہاتھوں فروخت کرکے پولیس کو بھتہ دے کر دولت کما رہے ہیں اور یہ تمام دولت بنگلہ دیش بھیجی جاتی ہے انہی لوگوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو مختلف بستیوں میں پولیس کی نگرانی میں بنگلہ دیش سے لائی گئی عورتوں کی خرید و فروخت کا کام بھی کرتے ہیں جس پر نہ ہی کوئی لسانی تنظیم آواز اٹھاتی ہے اور نہ ہی حکومت کے ذمہ داران کوئی ایکشن لیتے ہیں۔

پھلوں کی خرید و فروخت ہو رہی ہے۔

اس تمام صورتحال کو دیکھتے ہوئے ایک عام شہری یہ بات سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ بنگلہ دیش سے غیر قانونی طور پر آنے والے بنگالی جو رہتے تو پاکستان میں ہیں اور تمام دولت بنگلہ دیش روانہ کرتے ہیں اور ان کی تمام ہمدردیاں بنگالی بولنے والے لوگوں کے ساتھ ہیں خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان — کراچی میں رہتے ہوئے وہ صرف اور صرف بنگالیوں کو ہی ہر بات پر فوقیت دیتے ہیں۔ کیونکہ جو بنگالی غیر قانونی طور پر پاکستان آئے ہیں اور غیر قانونی طور پر رہائش پذیر ہیں ان کے متعلق نہ ہی حکومت کو علم ہے اور نہ ہی عوام جانتے ہیں کہ ان میں کتنے فیصد بنگالی ہندو ہیں کتنے فیصد مسلمان ہیں اور پاکستان میں ان کی کیا سرگرمیاں ہیں کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ مسلمان بنگالیوں کے ساتھ کہیں ہندو بھی تو بنگلہ دیش سے پاکستان نہیں آ رہا ہے، اور کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ کراچی اور حیدرآباد میں ہونے والے ہنگاموں خصوصاً نسلی فسادات میں ان لوگوں کا ہاتھ تو نہیں ہے، کیونکہ پاکستان کے باقی صوبوں میں بھی تو تمام قومیں آباد ہیں لوگ مختلف زبانیں بولتے

باقی صفحہ ۵۳ پر

قومِ رسولِ ہاشمی

اتحاد و نفاق

کے آئینے میں

نصر اللہ المجد

بعض افراد اپنے ذہن کے البم کے اوراق پلٹنا تو کیا اپنی ہی تاریخ کے آئینے میں اپنی شکل دیکھنا گوارہ نہیں کرتے آج کے مسلم معاشرے میں اکثریت ایسے ہی "ترقی پسند" لوگوں کی ہے۔ معدودے چند ہی ایسے ہیں جو البم کے زریں اوراق پلٹ کر اپنی ہی تاریخ کے آئینہ میں اپنے ماضی کی شبیہ حال کی تصویر اور مستقبل کا پیکر پا کر قوموں کی بگڑی حالت کو سنوار دیتے ہیں۔

ارے واہ! آپ تو ورطۂ حیرت میں پڑ گئے ہوں گے کہ خدا جانے اس تمہید عجیب یعنی ذہن — البم — اوراق تاریخ — آئینہ اور پیکر سے میں کس مرد آہن کا قصہ چھیڑنے والا ہوں۔

اس صورت میں ملت کا ہر فرد مرد آہن ہے جب وہ دوسروں سے متحد ہے یک جاں در قالب ہے۔ ورنہ اس کی حیثیت ریت کے ایک گھروندے کی سی ہے جس کو تند و تیز طوفان کبھی ادھر لئے چلتے ہیں کبھی ادھر لئے چلتے ہیں بالآخر اس کی ہستی کو مٹا کر ہی رکھ دیتے ہیں۔

اتحاد کی عظمت اور برکتوں کے ساتھ ساتھ نفاق کی نحوست اور تباہ کاریوں سے کون نہیں واقف — بچپن کے سنے ہوئے بیلوں کے اتحاد — اسد کی مات — لومڑی کی چال — بیلوں کا آپس میں نفاق — اور ترنوالہ — والے وہ دلچسپ قصے سب کو یاد ہوں گے۔

پھر لڑکپن کی وہ کہانی — بوڑھا — بیٹے — چھڑیوں کا گٹھا — متحد چھڑیوں کا نہ ٹوٹنا — ایک ایک چھڑی کا ٹوٹ جانا — والی نصیحت آموز کہانی بھی ذہن کی البم پر قربان ہوگی۔

اسی طرح البم کے اوراق پلٹے جائیں ہر ورق پر اتحاد کی برکتوں اور نفاق کی بربادیوں کی بے شمار کہانیاں ثبت پائیں گے۔

سوچ رہے ہوں گے نہیں کیا سوجھی کہ پرانی کہانیاں سنانی شروع کر دیں جبکہ اس صنعتی دور میں کہانیاں نہیں سنی جاتیں حقیقت دیکھی جاتی ہے۔ نصیحت نہیں سنی جاتی۔ پھر اڈ کیا جاتا ہے منہ سے نہیں بولا جاتا گولی کی زبان سکھائی جاتی ہے۔ اتحاد کی بات نہیں کی جاتی افتراق کے اصول بتائے جاتے ہیں۔ دل جوڑے نہیں جاتے دل توڑے جاتے ہیں۔ عشق کیا نہیں جاتا اشک بہائے جاتے ہیں۔ کہانی سنی نہیں جاتی وی سی آر چلائے جاتے ہیں۔

> "بالآخر لارنس آف عربیہ"
> کا عمدہ ناٹک
> ان کے ہاتھ آیا۔
> ہمارے ہاتھوں سے
> اتحاد کا دامن ایسا چھوٹا
> کہ چھوٹتا ہی چلا گیا۔

جی ہاں میں کوئی "ولی دکنی" نہیں جو صوفیانہ شاعری کروں، ملا وجہی نہیں کہ قصہ "حسن و دل" چھیڑوں، میر نہیں کہ چاند میں محبوب کا چہرہ دکھاؤں۔ غالب نہیں کہ میکدے لے چلوں، ڈپٹی نذیر نہیں کہ نصوح کا روپ دکھاؤں۔ اقبال نہیں کہ اونچی پرواز سکھاؤں، جناح نہیں کہ قوم کو ایک قوت بناؤں، نیقی نہیں کہ مزدوروں کو جگاؤں۔ اور میں ابو اللیث نہیں کہ ادب کا سکہ جماؤں۔

جی ہاں ذرہ ناچیز تو آپ کو آپ ہی کے آئینہ کے سامنے کھڑا کرنا چاہتا ہے جس کا روشن پہلو اتحاد اور تاریک پہلو نفاق ہے۔ یہ وہ آئینہ ہے جس میں آپ خود اپنی خوبصورتیوں کے ساتھ ساتھ اپنی سیاہیوں، بدنمائیوں اور داغ دھبوں کو بھی دیکھ سکتے ہیں۔ یہ آئینہ تاریخ کا آئینہ ہے۔ اتحاد کے شیریں ثمرات اور نفاق کی تباہ کاریوں کی تاریخ کا آئینہ ہے۔ لیجئے سامنے رکھیے اور اپنی حقیقت دیکھیے کہ ہم کس موڑ پر کھڑے ہیں۔

آپ کو یاد ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے وہ عرب جو اپنے آپ کو "عرب" اور دوسروں کو عجم کہتے تھے لیکن ان کی نا اتفاقی کا یہ عالم ہے کہ ایک فرد دوسرے فرد کے خون کا پیاسا ہے، ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے دست و گریباں ہے بلکہ خاندان خاندانوں سے ٹکرا رہے ہیں۔ کوئی شیرازہ بندی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ ابرہہ چڑھائی کرتا ہے تو نا اتفاقی اور اتحاد کے عنقا ہونے کا یہ عالم ہے کہ جوش اور جذبہ سے لڑنے

کی بجائے جائے پناہ ڈھونڈتے اور راہِ فرار اختیار کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

انہیں میں سے ۳۱۳ مسلمان جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پرچم تلے متحد ہو کر دشمن کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن جاتے ہیں تو تائید ایزدی بھی شامل حال ہو جاتی ہے اور دشمن کی زبردست فوج کو شکست فاش دیتے ہیں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ جب تک غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپس میں متحد رہتے ہیں مضبوط سے مضبوط تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ان کی قوت اور ہیبت سے قیصر و کسریٰ جیسے طاقتوروں کے تخت نہ صرف لرز اٹھتے ہیں بلکہ اوندھے ہو جاتے ہیں۔ ان مسلمانوں کے آپس میں اتحاد کی وجہ سے ان کے قدم ایران، فارس روم، سمرقند، بلخ، بخارا اور افغانستان کی کافرانہ تہذیبوں کو کچلتے اور وہاں اسلام کی شمع جلاتے ہوئے ملتان تک پہنچ جاتے ہیں۔ اسی اتفاق اور محبت کو ان مسلم جوانمردوں میں دیکھ کر اقبال کی روح تڑپ اٹھتی ہے ؎

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

ارے واہ بھئی واہ! اپنا روشن پہلو دیکھ کر آپ فخر سے مسکرا دیتے ہیں۔ مزا تو تب ہے کہ اپنے تاریک پہلو پر بھی نظر ڈالو! — جی ہاں ہمیں آئینے کا دوسرا پہلو اتنا نہ دکھانا کہ ہم ڈر ہی جائیں اور ہوش و ہواس کھو بیٹھیں — مانا کہ نازک دل ہو — پھر بھی ہلکی سی جھلک ہی سہی۔ زیادہ نہیں تو کم ہی سہی

تمام دنیائے عالم کے دشمنانِ اسلام، ملت ابراہیمی کے اتحاد و اتفاق کی بدولت شکست خوردہ ہو کر ان ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مر مٹنے والے پروانوں میں نفاق و عداوت پیدا کرنے کے لئے سر جوڑ کر بیٹھ گئے — بالآخر "لارنس آف عربیہ" کا عمدہ ناٹک اور کھیل ان کے ہاتھ آیا — انگریز عرب کے روپ میں آیا — عربوں سے کہا۔

عربو! عجیب بات ہے، ہماری دولت کے اوپر عجمی قابض ہیں، عربو! میں کیا دیکھ رہا ہوں ملک ہمارا ہو اور حکومت عجمیوں کی ہو، عربو! میں کیا دیکھ رہا ہوں کوشش اور ہمت ہماری ہو اور عیش و عشرت کے مزے عجمی لوٹ رہے ہوں.....

یہی تاثر اس نے مختلف ذریعوں سے دیگر عجمی ریاستوں میں پہنچایا کہ اے سمرقندیو! اے بلخیو!

چھینا جھپٹی سے باز آجاؤ

اب بھی وقت زیادہ

دُور نہیں گیا ہے!

اے بخارا والو! تم دیکھتے نہیں کہ اکثریت میں ہوتے ہوئے تم اقلیت کے دستِ نگر ہو یعنی تمہاری حکومت دوسروں کے ہاتھ میں ہے یہ کھیل اتنا زبردست کامیاب رہا کہ بار بار عالم اسلام دھرایا جاتا رہا اور آج پھر دہرایا جا رہا ہے۔

اس ناٹک کا اثر یہ ہوا کہ بھائی بھائی کے خون کے پیاسے ہو گئے، قبیلے قبیلوں سے ریاستیں، ریاستوں سے نبرد آزما ہو گئیں۔ مسلمانوں کی تلواریں بجائے دشمن اسلام کے مسلمانوں کے خلاف بے نیام ہو گئیں۔ اس بے اتحادی اور نا اتفاقی سے دشمنان اسلام کو خوب پاؤں جمانے کا موقع ملا۔ ایک وقت وہ بھی آیا کہ دنیائے عالم کے کسی ایک خطہ پر بھی مسلمانوں کی حکومت نہ رہی ؎

اپنے ہی آئینے میں دیکھ لے اپنی تصویر
کیوں ہوا یہ حشر ترا کیا ہوئی تیری تقصیر

ہمارے اتحاد کا اصول جاپان والوں نے خوب خوب اپنایا۔ چھوٹے سے ملک کی بکھری ہوئی ریاستوں نے متحد ہو کر روس جیسے بہت بڑے ملک کو شکست فاش ہی نہیں دی بلکہ بہت بڑے علاقہ پر بھی قبضہ کر لیا — لیکن دوسری طرف مسلمان تو اللہ تعالیٰ کے اس حکم " واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا " کو بھول گئے۔ ایک دوسرے سے دست و گریباں ہوئے۔ اپنے اندر فرقہ واریت، برادری، لسانیت اور عصبیت کے بت گھڑ لئے اور ان بتوں کی پوجا میں اس قدر محو ہوئے کہ اپنی آن، اپنی شان اپنی قوت و عظمت، اتحاد اور بھائی چارے کو بھول بیٹھے نتیجہ کیا نکلا؟ کہ ڈیڑھ سو سال تک ذلیل و خوار ہوئے۔

ابھی بھی کچھ نہیں گیا ماسوائے حکومت، دولت عزت، عظمت کے اب بھی وقت تھا کہ امت مسلم بھولے ہوئے سبق کو یاد کرے اور اپنا کھویا ہوا وقار پالے تو ایسے میں اللہ تعالیٰ نے سرسید۔ حالی اقبال، جناح اور ظفر علی خان جیسے دیدہ ور پیدا کئے جنہوں نے قوم کو اتحاد و اتفاق، محبت، آشتی اور محنت و لگن کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا بلکہ قائد نے اس امت کی بکھری ہوئی کڑیوں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کر کے، پاکستان جیسی نعمت عظمیٰ حاصل کر کے مسلمان قوم کو آزادی کا سانس دلایا۔ یہ کیا تھا یہ سب اتحاد و اتفاق کا ثمر ہی تو تھا۔

شومئی قسمت! پھر لارنس آف عربیہ والے کھیل کی فلم ری پلے ہوئی۔ ہمارے ہاتھوں سے اتفاق و اتحاد کا دامن چھوٹا۔ ایسا چھوٹا کہ چھوٹتا ہی چلا گیا، من و تو کی بنیاد پر یہ عظیم دھرتی آہوں و سسکیوں کی آغوش میں دو لخت ہو گئی۔

ارشاد باری ہے

فاعتبروا یا اولی الابصار" — لیکن اہل بصیرت کہاں اور بصیرت دلانے والے کہاں؟ کوئی غور کرنے والا نہیں، کوئی سوچنے والا نہیں، اور کوئی لیڈر بھی سوچ دلانے والا نہیں کہ آخر یہ کیا ہوا؟ اور کیوں ہوا؟

؎ نظر تھی جن پہ راہبری کی وہی بن گئے راہزن
پوچھتے ہو خود ہی یہ کیا ہوا؟ جلا کے خود ہی اپنا نشیمن
بچانا تھا اسکو جنہوں نے ہوا انہی سے یہ شعلہ زن

گئے سانپ کی لکیر پیٹنے کا کیا فائدہ۔ چاہئے تو یہ تھا کہ سب عقل کے ناخن لیتے اور بقیہ ارضِ مقدس کے لئے آپس میں اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کرتے لیکن اطوار ہیں کہ بدلے بدلے دکھائی دیتے ہیں، کوئی کون سی بولی بول رہا ہے۔ کوئی کون سا نعرہ الاپ رہا ہے۔ پھر رقص ابلیس شروع ہے عصبیت کے بت پروان چڑھ رہے ہیں۔ کوئی کہہ رہا ہے میری کرسی، کوئی کہہ رہا ہے میری حکومت — کوئی کہہ رہا ہے مجھے حکومت —

خدارا یہ سب کیا ہے امت واحدہ کا تصور کیوں ختم ہو گیا؟ ملت ابراہیمی کا تصور واحد کیوں جاتا رہا؟ اس کی کیا وجہ ہے کیا کسی نے سوچا کیا کسی نے غور کیا! کہ ہمارے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کیا درس دیا! مسلمان آپس میں ایسے ہیں جیسے ایک جسم اگر اس کا ایک عضو تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے تو پورا جسم اس تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ پھر ہمیں ایک دیوار سے تشبیہ دی.......

لیکن یہ سب کچھ جانتے ہوئے ہم کیوں اتفاق اتحاد، محبت، اخوت، مودت کا دامن چھوڑ بیٹھے اور عصبیت، نفرت اور عداوت کے بتوں کو اپنا خدا بنا لیا ہے۔

سے حرم بھی ایک اللہ بھی ایک قرآن بھی ایک
کیا بڑی بات تھی کہ ہوتے جو مسلمان بھی ایک

جی ہاں! ان سب تفرقوں، عداوتوں ـــــ اور مصیبتوں کی ایک ہی وجہ ہے وہ یہ کہ ہم نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات کو پس پشت ڈال دیا۔ ہم نے تمام لوازمات کے ساتھ درست نماز، قرآن پاک کی تلاوت اور اس کی سمجھ بوجھ اور ذکر الٰہی کو ترک کر دیا۔ ہم نے ان تمام کے ثمرات سے کنارہ کشی کر لی جس کی وجہ سے ہم نااتفاقی اور نفاق جیسی زبردست لعنتوں کا شکار ہو گئے۔

آیئے ہم ایک بار پھر اپنی البم کے اوراق پلٹیں اور ورق گردانی کے بعد مصمم عہد کریں کہ ہم عصبیت و نفرت کے سب بتوں کو پاش پاش کر کے اتحاد، اتفاق، محبت و اخوت کے خوگر بن جائیں۔ نہ صرف پاکستان پر جاری حکومت ہو بلکہ پوری غیر مسلم دنیا پر اسلام کا جھنڈا بلند کریں یہ صرف اور صرف اتحاد ہی سے ہو سکتا ہے۔

اس نااتفاقی کا اثر یہ ہوا کہ بھائی بھائی کا دشمن ہو گیا!

سے فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

اقبالؒ نے ایک اور موقع پر اسی اتحاد اور ملت واحدہ کی یاد یوں تازہ کی ـــ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ ہم نے اپنے آپ کو اپنے ہی اتحاد و نفاق کے آئینے میں کیا پایا؟ ہم کس موڑ پر کھڑے ہیں؟ ہمارا اگلا قدم کہاں جا رہا ہے ـــ!

اے مسلم! کیا فلسطین کی دھرتی، کشمیر لہو لہو اور بوسنیا کے مسلمان بھی اسلام اور پاکستان کی خاک اور کشمیر کی دھرتی شہادت کے لہو کو نہیں پکارتا ـــ! اور تجھے کہ اس دل کی بحث میں الجھا ہوا ہے ـــ اور اپنے من کے عقیدے کو ترک کرنے پر تلا ہوا ہے۔ کیا غیر کے آئینے نے تجھے یہ سب کچھ نہیں دکھایا ـــ نہیں دکھایا! بول تو کیوں خاموش کھڑا ہے!

بعض اوقات خاموشی نا سمجھی کی دلیل ہوتی ہے ایسی نا سمجھی جو سمندر کی اتھاہ گہرائیوں جیسی ہوتی ہے لیکن پھر نہیں ابھارتی بلکہ سب پاش پاش کر رکھ دیتی ہے۔

اب بھی وقت ہے ہم اپنی صفوں کو درست کر لیں ان میں اتحاد پیدا کریں اور حوصلہ بلند رکھیں ورنہ چھینا جھپٹی کے اس دور میں لالچی کوے کی طرح کچھ کھو بیٹھیں گے۔ چھینا جھپٹی سے باز آ جاؤ ابھی وقت زیادہ دور نہیں گیا ہے ـــ اسے پا لو۔

کہانی: حلف وفا

تحریر: ملک سلطان

ایک نظریاتی "تنظیمی، تحریکی" کارکن کے "حلف وفا" کے پس منظر میں کی جانے والی کہانی جس میں اس کے دکھ، درد، کرب کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔ یہ کہانی "نظریاتی کارکن" کے حلف وفا کی شہادت ہے۔

اختتامی دعائیہ کلمات ـــ جلسے کے باضابطہ خاتمے کا اعلان تھا ـــــ؟

بیٹھے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے ـــ اور کھڑے ہوئے چل دیئے مقررین اور سامعین ـــ دونوں کا عمل یکساں تھا البتہ ـــ کوئی پلک جھپکتے ہی گھر پہنچ جانا اور کوئی ـــ!

لیکن!! ـــ اس کی ڈیوٹی ابھی باقی تھی ـــ اور وہ اپنے ہی جیسوں کے ساتھ ـــ جلسے کے "اصل اختتام" کی "تقریب خاص" میں شریک ہو گیا!! ـــــ

اور فارغ ہوا ـــ تو دیکھا ـــــ

وہ تھا اور چند وہ ساتھی ـــ جو ـــــ؟

خلوص ہاتھوں کے مصافحوں کا نہیں ـــ دل اور نگاہ کا محتاج ہوتا ہے ـــــ

چنانچہ ـــ نظروں ہی نظروں میں الوداع کہا۔

اور وہ اپنے "گھر" کی طرف چل دیا ـــ!! "آزادی کی نعمت" کی طرح ـــ آخر "اپنا گھر" ـــ "اپنا گھر" ہوتا ہے ـــــ

اس نے دیکھا ـــ سڑکیں آرام کر رہی تھیں ـــ کبھی کبھار کوئی "سواری" ان کے آرام میں خلل ڈال دیتی ـــ لیکن دن بھر کی "تھکی سڑکوں" کے لئے رات گئے یہ "بے آرامی" کوئی معنی نہیں رکھتی!!

اب اس نے قدم تیز کر دیئے ـــ اسے سیٹی کی آواز سنائی دی۔ وہ رکا ـــ سیٹی بجانے والوں نے ـــ [illegible] سے چلنے کا سگنل دیا۔ کیونکہ ـــ وہ بھی اسی "انقلاب صبح کے طالب" اور "آدھی رات کے مسافر" اور اپنی ڈیوٹی کے اوقات کی مطابقت سے "دوستی" کا معاہدہ کر چکے تھے ـــ یہ معاہدہ ـــ اپنی نوعیت کا منفرد معاہدہ تھا جو تحریر اور گواہوں کے روایتی تکلف سے قطعی بے نیاز تھا ـــ!! ڈھیر سارے خیالات کے ساتھ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا رواں دواں تھا ـــ!! تھکاوٹ اور نیند کا "امتزاج" اس کے چہرے پر لفظ "سچ" کی طرح نمایاں تھا ـــــ!!

لیکن یکایک وہ ـــ جلسے میں خوبصورت خیالوں کے ساتھ اپنے گھر کے آنگن میں جا اترے۔ بچوں کو بہلایا کہ بچوں سے زیادہ گرمی بھی کے بڑے لیٹے ہوئے ہیں ـــ!!

یکایک اس کے خیالوں میں ایک معصوم آواز گونجی "ابو!! ہمارے اسکول میں کرسیاں اور ٹاٹ بھی نہیں بلکہ دریاں تک نہیں ہیں۔ ہم زمین پر بیٹھتے ہیں اور جب کبھی بارش آ جائے تو چھتیں ٹپکتی ہیں ـــ پینے کے پانی کا انتظام نہیں ـــــ

ابو!! ہمیں بوتل لا دو ـــ ہم پانی ساتھ لے جایا کریں گے۔ ـــــ

ابو!! کیا سارے اسکول ایسے ہوتے ہیں ـــــ؟

معصوم سوال۔ مگر طبقاتی سماج پر طمانچہ کا تھپڑ

جلسے سے آ رہے ہو ـــ؟ کی صدا نے اس کے خیالوں کا سلسلہ منقطع کر دیا ـــ اس نے دیکھا وہ اپنے گھر کے کارنر پر پہنچ چکا تھا اور اس کے محلے کے سبزی فروش سبزی منڈی جانے کے لئے گلی کے کارنر پر اپنی سواری کے منتظر تھے ـــ اور وہی اس سے مخاطب تھے

جلسے سے آ رہے ہو ـــــ؟

وہ سر ہلا کر اپنے گھر کے دروازے پر پہنچ چکا تھا آسائش کے اس دور میں اس کا دروازہ "گھنٹی" کی "بنیادی سہولت" سے محروم تھا ـــــ

اس نے دروازے پر "خاموش دستک" دی تاکہ

باقی صفحہ ۹۹ پر

نقد و نظر

مولانا خلیل احمد قادری رضوی

فتح مکہ کے بعد ہجرت کا حکم ختم ہو گیا اور صرف جہاد کا حکم باقی رہ گیا

ایم کیو ایم کی بدولت جو کچھ ہوا، جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ آئندہ ہوگا اسے کسی صورت میں بھی سراہا نہیں جا سکتا!

سندھ کا مقدمہ

مصنف کی تحریر کی روشنی میں

قائد اہل سنت

گفتہ آید در حدیث دیگراں

جماعت اسلامی

بے نظری سیاسی ہیں

اس وقت کئی مقدمات زیر نظر ہیں۔ پنجاب کا مقدمہ (محمد حنیف رامے)، کشمیر کا مقدمہ (جناب سردار عبدالقیوم) سندھ کا مقدمہ (جناب شکیل احمد صاحب ضیاء) کاش کوئی اسلام کا مقدمہ بھی لکھا ہوتا!

میں ذاتی طور پر (چند اختلافات کے باوجود) جناب شکیل احمد ضیاء کی تحریر کردہ کتاب "سندھ کا مقدمہ" پسند کرتا ہوں اور یہ کوئی شک نہیں کہ جناب شکیل احمد صاحب کی کتاب ان کی روشنی اور اعتدال پسندی کی غمازی کرتی ہے اس میں بہت کم ایسی باتیں ہیں جنہیں اختلاف برائے اختلاف کہا جا سکے یا اتفاق فی الارض کا نام دے کر اسے جھٹک دیا جائے۔ مگر موصوف محترم آخر انسان ہیں نتیجتاً حیوانی جبلت سے محفوظ نہ رہ سکے۔ مہاجر قومی موومنٹ کی محبت اور محترمہ بے نظیر سے والہانہ لگاؤ کی وجہ سے بار بار پٹڑی سے اتر جاتے ہیں مگر ایسا نہ ہوتا تو یقیناً سندھ کا مقدمہ نامی کتاب ایک اصول دستاویز سے کم نہ ہوتی۔ جناب شکیل احمد ضیاء اپنی اسی کتاب "سندھ کا مقدمہ" صفحہ ۲۸ بعنوان "مہاجر" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ہجرت ایک وقتی فریضہ ہے اور بخاری شریف میں ایک مرفوع متصل حدیث کے مطابق فتح مکہ کے بعد ہجرت کا حکم ختم ہو گیا اور صرف جہاد کا حکم باقی رہا۔ (جو قیامت تک برقرار رہے گا) ہندوستان کے مسلمانوں میں نہ تو کبھی ہجرت کا سوال زیر بحث آیا اور نہ کبھی علماء امت کا اجماع تو درکنار کسی ایک عالم دین نے بھی ہجرت کا فتویٰ صادر نہیں فرمایا۔"

(سندھ کا مقدمہ عنوان مہاجر صفحہ ۲۸)

اور اس کے ـــ بعد بھی اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۲۹، ۳۰ پر تحریر فرماتے ہیں :-

"ان میں سب سے زیادہ منظم تحریک "مہاجر قومی موومنٹ" ہے، جو اپنے نوجوان قائد جناب الطاف حسین کی قیادت میں سرگرم عمل ہے۔ یہ نوجوان خود کو مہاجر کہتے ہیں۔ یہ غلط سہی لیکن مجھے اعتراض نہیں ہے۔ ویسے ان کا حقیقی تشخص یہ ہے کہ وہ اردو بولنے والے پاکستان کے حقیقی بانیوں کی اولاد ہیں۔"

(کتاب مذکورہ صفحہ ۲۹-۳۰)

آپ خود ہی غور فرمائیں کہ ان دونوں اقتباسات میں کتنا زبردست تضاد ہے۔ "یہ تو جوتوں سمیت آنکھوں میں گھس جانے والی بات ہے" ایک طرف حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور دوسری طرف جناب شکیل احمد صاحب کی لایعنی رائے اور وہ بھی یہ کہتے ہوئے کہ (یہ غلط سہی لیکن مجھے اعتراض نہیں) سوال یہ پیدا ہوتا ہے فرمان مصطفےٰ ﷺ کے سامنے آپ کی رائے کو اور وہ بھی جانتے بوجھتے (غلط سہی) کو ایک دیانتدار شخص کیا وقعت دے سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے سامنے۔ یہ سینہ زوری کس رجحان کی طرف اشارہ کرتی ہے میں نہیں سمجھ سکتا کہ انہیں کیا کہا جائے۔ (جبکہ ان کے تعارف میں درج ہے کہ آپ درس نظامی کے فاضل اور بی اے اور سونے پہ سہاگہ یہ کہ مولانا محمود الحسن کے بھتیجے بھی ہیں۔)

مجھے عرض کرنے دیں کہ ان میں اور قائد اہل سنت شاہ احمد نورانی میں یہی فرق ہے کہ انہوں نے غلط کو غلط ہی کہا اور فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سر نیاز خم کر دیا۔ (چاہے اس کا انجام جو کچھ بھی ہوا) "مجھے اعتراض نہیں ہے"، فرما کر سینہ زوری کے مرتکب نہیں ہوئے؟ اور کمال یہ ہے کہ انہوں نے ایک مسلمان کے بنیادی تشخص اور شناخت کو نظر انداز کر دیا اور اردو زبان کو ان کی پہچان مقرر فرما دی۔

جناب شکیل احمد ضیاء اسی کتاب کے صفحہ ۱۸۳، ۱۸۴ پر رقم طراز ہیں۔

"مولانا شاہ احمد نورانی نے بیرونی ممالک کے تبلیغی دورے سے واپس آکر شہداء کے لواحقین سے تعزیت اور شہر کے مختلف اسپتالوں میں موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا صد ہا زخمیوں کی عیادت کے بجائے یہ سرد یا فتوے صادر کرنا شروع کر دیئے۔ "مہاجر تنظیم کا قیام کفر ہے" "میں نے مدینے سے ہجرت کی لیکن کراچی پہنچتے ہی میری ہجرت ختم ہو گئی۔"

مکہ معظمہ سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے رفاقت میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچنے والے صحابہ کرام آج تک مہاجر قرار دیئے جاتے ہیں۔ لیکن نورانی میاں نے ہجرت اور وطن کے سفر کو مترادف المعانی سمجھ لیا ہے۔ جو نہایت ناسمجھی کی بات ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نہایت عقیل و فہیم عالی ظرف انسان ہیں خدا جانے وہ کس قسم کی ذہنی واردات کا شکار ہوئے ہیں۔"

(صفحہ ۱۸۴)

اگر جناب شکیل احمد ضیاء اپنی ہی تحریر کردہ عبارات کو سہواً یا عمداً فراموش نہ کر بیٹھتے تو ایسی لغو اور ناسمجھی کی باتیں نہ کرتے اور انہیں مولانا نورانی کی ذہنی واردات کا صحیح علم ہو جاتا۔

حیرت ہے کہ خود ہی ہجرت کی مخالفت کی ہے اور خود ہی فرمایا کہ "نہ کبھی علماء امت کا اجماع تو درکنار کسی ایک عالم دین نے ہجرت کا فتویٰ صادر نہیں فرمایا" اور اب یہ حال ہے کہ مولانا نورانی پر ناسمجھی کا طعن فرما رہے ہیں رہا سوال ہجرت کا تو شاید شکیل احمد صاحب کو یاد نہیں کہ اسی برصغیر میں آپ ہی کے آباؤ اجداد نے گاندھی کی اطاعت پر "تحریک ہجرت" شروع کی تھی، اور اس وقت کی للکار تھی کہ سر دریائے اٹک کے پار چلو، قندھار چلو قندھار چلو۔

مگر خود فروشی و خود فراموشی کا کوئی علاج نہیں

ـــــ ایم کیو ایم کی بدولت جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو رہا

ہے اور جو کچھ آئندہ ہوگا اسے کسی صورت میں بھی سراہا نہیں جا سکتا۔ افساد فی الارض کی یہ خوفناک بنیاد ایم کیو ایم نے ہی رکھی تھی۔ اگر آپ سوچیں تو ایم کیو ایم نے ہمارے قابل فخر اقدار کو پامال کر ڈالا ہے اور اب کس کی عزت و حرمت محفوظ نہیں ہے اور شکیل احمد صاحب جیسے سمجھدار لوگ ان کی پشت پناہی فرما رہے ہیں۔ یہاں یہ بھی یاد دلا دوں کہ ٹی۔ وی اور دیگر سامان آرائش بیچ کر ہتھیار خریدو کا نعرہ کس نے بلند کیا تھا۔ کیا اس اعلان کے بعد ایم کیو ایم کے مستقبل کے رجحانات کی عکاسی نہیں ہوتی۔ (ویسے آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی غلط ہی سہی لیکن مجھے کوئی اعتراض نہیں) تو پھر اس صورت میں المدد المدد کا نعرہ فضول ہے آپ دونوں آنکھیں کھول کر دیکھ لیں کہ درندگی نے انسان و انسانیت کو کس طرح کچل کر رکھ دیا ہے۔ یہاں اسی کتاب سے دو اور اقتباس پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ ایک جی ایم سید کا ارشاد ہے اور دوسرا جناب حضرت پیر پگارا صاحب کا فرمان گرامی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے

۱:۔ جناب جی ایم سید نے مہاجر اتحاد کو الطاف حسین کی کرامت قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ ہندوستان کے مسلمان یا تو قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی قیادت میں متحد ہوئے تھے یا پھر جواں سال الطاف کی قیادت میں متحد ہو گئے ہیں۔

سید عالی نژاد نے یہ بھی فرمایا کہ اگر یہ لوگ اب سندھ کے مخالف بھی ہو جائیں تو مجھے افسوس نہ ہوگا۔ یہ بغرض محال والی بات ہے ورنہ بابائے سندھ کو اچھی طرح معلوم ہے یہ مہاجر اتحاد در اصل سندھی مہاجر اتحاد ہے۔

(کتاب مذکور۔ صفحہ ۱۸۸)

آدمی تو اچھی ہے مگر وہ حقائق جو سامنے آ رہے ہیں اس کے بالکل برعکس ہیں ہم نہیں سمجھ سکتے کہ شکیل احمد صاحب کو کس طرح بتایا جائے کہ آپ کے اس بابائے سندھ نے کیا کیا گل کھلائے ہیں۔ اگر انصاف پسندی سے کام لیا جائے تو اب سندھ کے حالات سمجھنے میں کسی مقدمہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ بہر حال ایم نے بہت سی ڈھکی چھپی باتوں کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا ہے۔

۲:۔ جناب پیر پگارا نے قائد مہاجرین کو اس طرح خراج تحسین پیش کیا الطاف حسین نے ملاؤں اور مولویوں کو واپس مدرسوں میں پہنچا دیا ہے۔ در اصل مولوی کی قوت فساد کو کوئی ختم کر سکتا تھا شاعر مشرق نے بھی جو دین ملا فی سبیل اللہ فساد کہہ کر نشاندہی فرما دی تھی۔ لیکن اس کی قوت فساد ختم کرنے کے لئے جو مردے از غائب بیرون آید و کارے بکند۔ کے مصداق غائب سے نمودار ہونے والے قائد کی ضرورت تھی۔ جو الطاف حسین کی شکل میں نمودار ہو گیا۔ اور اس نے سندھ کی حد تک تو ملا اور ملائیت دونوں کو غیر مؤثر کر کے بقول پیر صاحب "مدرسوں تک محدود کر دیا" الطاف حسین نے لفظ مہاجر کو نئی معنویت اور جہت دے کر فرقہ واریت کا خاتمہ کر دیا۔ پاکستان پائندہ باد، الطاف حسین زندہ باد۔ (کتاب مذکور صفحہ ۱۸۹)

یہ ہیں وہ ارشادات جو ان کے بابائے سندھ اور پیر پگارا اور شکیل احمد ضیا نے بیان فرمائے ہیں۔ پاکستان دشمنی میں اب جی ایم سید وہاں تک پہنچ چکے ہیں کہ اس کے بعد انہیں مرفوع القلم کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا اب ان کا صرف ایک ہی مقصد حیات ہے کہ پاکستان صفحہ ہستی سے مٹ جائے۔ اس کے بعد کوئی بھی آئے اس پر شکیل صاحب کو بابا کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ بہر صورت (ان کے نزدیک) پاکستان کی شکل بگڑنی چاہئے۔ چاہے وہ بگاڑ الطاف حسین کی شکل میں ہو یا کسی اور شکل میں۔

رہی بات حضرت پیر صاحب پگارا کی تو خیر سے وہ بھی اپنے حواریوں سمیت پیر جو گوٹھ جا پہنچے ہیں اور اب ریس اور درشنوں پر گذارا ہے اور مولویوں کا مدرسوں میں پہنچ جانا تو کوئی ایسی بری بات نہیں۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت کو چھوڑ کر کلاشنکوف کی سیاست کاری انتہائی بدترین مثال ہے۔

اگر صحیح کا مطالبہ کیا جائے تو صدیوں بلکہ قرن ہا قرن سے راست باز لوگوں کو مٹانے کی کوششیں جاری ہیں مگر بالآخر ۔۔

اسی دریا سے اٹھتی ہیں وہ موج تند جولاں بھی
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا

ویسے شکیل احمد صاحب سے ضرور عرض کروں گا کہ ایک بار حالات کا غیر متعصبانہ جائزہ لیں۔ ممکن ہے نظریات میں یہ شدت باقی نہ رہے اور اب انہیں یہ بھی سوچ لینا چاہئے کہ ان کی ممدوح ایم کیو ایم نے فرقہ واریت و فتنہ کا دروازہ بند نہیں کیا ہے بلکہ اتحاد اسلامی کی مضبوط دیواروں کو پامال کر ڈالا ہے اور مسلمان ہی مسلمانوں کے لہو کے پیاسے ہو رہے ہیں۔

جماعت اسلامی کے اخلاقیات کے بارے میں جناب شکیل احمد ضیاء صاحب لکھتے ہیں۔

ہر جماعت کی اپنی اپنی اخلاقیات ہے۔ جماعت اسلامی کی اخلاقیات ایک محاورے کے مطابق جوتوں سمیت آنکھوں میں گھسنے کی اخلاقیات ہے۔۔۔۔۔ ملک میں جماعت اسلامی کے سوا کوئی جماعت آمریت پسند نہیں ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی پر بھی آمریت کا الزام عائد کیا جاتا ہے لیکن اس الزام کو ثابت نہیں کیا جا سکتا جماعت اسلامی اپنی ساخت اور مزاج کے اعتبار سے اس قدر آمریت پسند ہے کہ اسے آمر پرستی سے بھی دریغ نہیں۔ یحییٰ خان کو اس جماعت نے امیر المؤمنین قرار دیا۔ ان کے اس دستور کو جو انہوں نے ملک میں نافذ کرنے کے لئے ایک غیر مسلم ماہر قانون جسٹس کارنیلیس سے بنوایا تھا اس جماعت کے موجودہ امیر (جو کبھی تھے اب قاضی حسین احمد ہیں) میاں محمد طفیل نے دنیا کا بہترین اسلامی قانون قرار دیا تھا میاں طفیل اس جماعت کے امیر ہیں (بلکہ تھے) اگر انہیں اسلامی فقہ کی مبادیات کا بھی علم ہوتا تو وہ اس امر سے واقف ہوتے کہ کوئی غیر مسلم اسلامی قانون یا دستور بنانے کا مجاز نہیں ہو سکتا اس جماعت کی بہت سی خوبیاں ایسی ہیں جن کا اعتراف کیا جاتا ہے لیکن یہ مقام شکر ہے کہ اس میں ووٹ حاصل کرنے کی قوت نہیں ہے۔ اس لئے یہ جماعت انتخاب سے ڈرتی ہے۔ (کتاب مذکور صفحہ ۵۵-۵۶)

شاید یہی وجہ ہے کہ جماعت اسلامی اپنی تاریخ کے ہر دور میں آمروں کی آؤ بھگت میں پیش پیش رہی ہے۔ خوشامد اور جی حضوری کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی اور اسلام سے بہت کچھ حاصل کر لینے کے بعد آنکھیں پھیر لینا بھی اس کا خاصہ ہے۔

کہیں کہیں جناب شکیل احمد ضیاء صاحب (اگر غصہ کیا جائے تو) بڑے پتے کی باتیں کہہ جاتے ہیں مثلاً آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

اکثر زعما ایسی پیچیدہ بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں جن کا علاج صرف لندن میں ہو سکتا ہے اور ان کے معالج جو علاج تجویز کرتے ہیں وہ بھی کبھی کبھی افادہ عام کے لئے بیان کا نام سے اخبارات میں مشتہر ہوتا ہے لیکن کوئی شفایاب ہوتا نظر نہیں آتا۔ بعض بیماریوں سے شفایاب ہونے والے مریضوں کی تصاویر اخبارات میں علاج سے پہلے اور علاج کے بعد کے عنوان سے شائع ہوتی ہیں لیکن سیاسی بیماریوں سے شفایاب ہونے والے مریضوں کے سلسلے میں صرف یہ کر اشتہارات کا اہتمام نہیں کیا جاتا اگر خیر یہ تو مفاد عامہ کے منافی ہونے کی وجہ سے شائع نہیں کی جاتیں۔

(کتاب مذکور صفحہ ۵۹)

شاید اسی قسم کی انتہائی خطرناک اور پیچیدہ بیماری میں ضیاء صاحب اور ان کے بابائے سندھ کے ممدوح نوجوان قائد الطاف حسین (معروف پیر جی) بھی مبتلا ہیں۔ اسلامستان کا قیام ایک تسلسل کے ساتھ بڑھتا چلا جا رہا ہے اور بیماری ختم ہونے میں نہیں آتی۔ لندن ہی سے غیر ممالک میں علاج کئے جاتے ہیں مگر کوئی نسخہ کارگر ہوتا نظر نہیں آتا۔ علاوہ ازیں دیکھئے۔ جناب شکیل احمد ضیاء صاحب کی بات کہ کہنا بے جا نہیں ہے کہ

(باقی صفحہ ۲۹ پر)

عورت کی حکمرانی

گزشتہ سے پیوستہ۔ قسط دوئم

سوال اول:۔ان پانچ ہزار علماء ومشائخ نے کوئی اپنا امام منتخب کیا ہے یا منتخب کرنے کی کوشش کی ہے یا نہیں. برتقدیر اول وہ کون ہے جس کو منتخب کیا یا انتخاب کی کوشش کی نام تبلایئے اور برتقدیر ثانی ان پانچ ہزار نے واجب کو ترک کیا ہے کیونکہ دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ تقرر امام واجب ہے

سوال دوم:۔ان پانچ ہزار کو اپنے امام زمانہ کی معرفت ہے یا کہ نہیں۔ برتقدیر اول یعنی اگر معرفت ہے تو وہ کون ہے ذرا ہم کو بھی تبلایئے اور برتقدیر ثانی ان پانچ ہزار کی موت جاہلیت اور ضلالت کی موت ہو گی اب المیہ یہ ہے کہ ان پانچ ہزار کو اپنی موت کی کوئی فکر نہیں ہے کہ ان کی موت اسلامی ہو یا جاہلیت کی۔ اگر ان پانچ ہزار کو اس امر سے دلچسپی ہوتی کہ ان کی موت اسلامی ہو نہ کہ جاہلیت کی۔ تو ۲۲ مارچ کے اجلاس میں یہ لوگ مثبت پہلو کو نظر انداز نہ کرتے۔ اب بندہ قارئین کرام کو یہ بتلانا چاہتا ہے کہ باوجود پانچ ہزار کے جم غفیر کے مثبت پہلو کو کیوں نظر انداز کیا گیا تو جواب یہ ہے کہ اس جم غفیر کو ان ہر دو مسئلہ کا علم ہی نہیں ہے کہ تقرر امام واجب ہے یا نہ اور نیز اس کا بھی علم نہیں کہ معرفت امام سے مسلمان کی موت اسلامی ہوتی ہے اور عدم معرفت سے مسلمان کی موت جاہلیت کی موت ہوتی ہے۔ جب ان کو ان ہر دو مسئلہ کا علم ہی نہیں تو پھر مثبت پہلو پر بحث کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب یہ پانچ ہزار کا جم غفیر اس فقیر اور اس کے ہم سیاست اہل سنت پر یہ ہر دو سوال نہیں کر سکتا کیونکہ ہمارے پاس دندان شکن جواب ہے ملاحظہ ہو۔ پاکستان میں اہل سنت وجماعت

مولانا عطا محمد بندیالوی

کی آبادی تقریباً ۸۵ فیصد ہے اگر یہ ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو جائیں تو مہینوں کی بجائے دنوں میں شرعی امام کا تقرر اور انتخاب ہو سکتا ہے اور اہل سنت جاہلیت کی موت سے بچ سکتے ہیں اور ان کی موت اسلامی موت بن سکتی ہے۔ یہ منشور لے جمعیت علماء پاکستان نے پہلے شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی قیادت میں اور اس کے بعد علامہ الشاہ احمد نورانی صدیقی زید مجدہٗ کی قیادت میں یہ کوشش کی کہ تمام اہل سنت جمعیت علماء پاکستان کے جھنڈے کے نیچے اکٹھے ہو جائیں تاکہ الیکشن کے موقع پر جمعیت علماء پاکستان اتنی بھاری اکثریت سے کامیاب ہو کر وہ بغیر کسی اور سیاسی پارٹی کی امداد کے خود مرکزی حکومت تشکیل دے سکے اور چونکہ یہ قاعدہ ہے کہ مرکز میں جو پارٹی الیکشن میں بھاری اکثریت سے کامیاب ہوتی ہے حکومت کی تشکیل اسی کا حق ہوتا ہے تو اب جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ علامہ نورانی تمام شرائط کے جامع ہیں لہٰذا الیکشن میں کامیابی کے بعد جمعیت اپنے سربراہ اور قائد کو شرعی امام منتخب اور مقرر کر سکتی ہے۔ جمعیت کو شرعی امام کے لیے کسی اور آدمی کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ جمعیت نے اپنا سربراہ علامہ نورانی کو منتخب کیا ہے تاکہ سربراہ مملکت کے انتخاب کے وقت کوئی اختلاف پیدا نہ ہو اور اگر سربراہ جماعت میں سربراہ مملکت کے شرائط موجود نہیں ہیں تو پھر کامیابی کے بعد سربراہ مملکت اور تلاش کرنا ہو گا۔ اور پھر اس میں اختلاف پیدا ہو سکتا ہے اب خود جمعیت کے اندر ایسے حضرات تھے جن کو جمعیت کا یہ منشور پسند نہیں تھا کہ پاکستان میں شرعی امام منتخب کیا جائے جس کی وجہ یہ تھی کہ یہ حضرات خود شرعی امام بننے کے اہل نہ تھے تو انہوں نے علامہ نورانی کے خلاف بغاوت کر کے ڈیڑھ اینٹ کی علیحدہ مسجد تعمیر کرنی شروع کر دی اور جمعیت کے منشور کی بیخ

> تقرر امام واجب ہے۔ جے یو پی کے سربراہ مولانا نورانی تمام شرائط کے جامع ہیں۔
> الیکشن میں کامیابی کے بعد جمعیت اپنے سربراہ کو شرعی امام مقرر کر سکتی ہے؛

پانچ ہزار علماء و مشائخ نے افتراق پیدا کر کے نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ کا راستہ مسدود کر دیا ہے

میں چھرا گھونپ دیا۔ اور پھر المیہ یہ ہوا کہ پانچ ہزار علماء و مشائخ میں اگر ذرا سمجھ بوجھ ہوتی تو وہ یہ سوچتے کہ معمولی بات پر اہل سنت میں انتشار پیدا ہو رہا ہے ہر دو فریق کے درمیان مصالحت کی کوشش ہونی چاہیئے جیسا کہ فرمان خداوندی ہے اور پھر ان علماء و مشائخ کا دعویٰ بھی نظام مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا نفاذ ہے اور یہ اہل سنت کے اتحاد کے سوا مشکل ترین ہے لیکن ان علماء و مشائخ کا علامہ نورانی کے ساتھ ذاتی عناد تھا لہٰذا شیطان نے صحیح راستہ مصالحت کا ان کی نظروں سے اوجھل کر دیا اور انہوں نے باغی شر ذمہ قلیلہ کی تائید کر کے اہل سنت میں انتشار اور افتراق کو ہوا دی مناسب یہ تھا کہ باغی فریق کی حوصلہ شکنی کی جاتی اور ان کے اجلاس اور کنونشن کا بائیکاٹ کیا جاتا تاکہ ان کو اپنی قدر و قیمت معلوم ہو جاتی۔ خلاصہ یہ کہ ان پانچ ہزار علماء و مشائخ نے افتراق اور انتشار پیدا کر کے نظام مصطفےٰ کے نفاذ کا راستہ مسدود کر دیا ہے یا اس کو پیچھے دھکیل دیا ہے جس پر جتنا افسوس کیا جائے وہ کم ہے۔ شاید کسی نے ایسے موقع پر ہی کہا ہے۔

ع
چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

یہاں تک بندہ نے مقصد اول میں تین دلائل سے ثابت کیا ہے کہ امام کا تقرر تمام مکاتب فکر کے نزدیک واجب ہے صرف خارجی فرقہ نے اس وجوب کا انکار کیا ہے۔ اب اس دور میں اگر کوئی مسلمان وجوب امامت کا انکار کرے تو وہ خارجی ہی ہو گا۔

مقصد دوم :۔ میں یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ اس شرعی امام کا تقرر کیوں واجب ہے اور اس کے فرائض کیا ہوں گے۔ عقائد نسفی میں ہے اس طویل عبارت میں دو چیزوں کا ذکر ہے اول یہ کہ تقرر امام کیوں واجب ہے دوم یہ کہ امام کے ذمہ کیا فرائض ہوں گے۔ امر اول کی تفصیل یہ ہے کہ تقریباً تیرہ واجب ایسے ہیں جو کہ امام پر موقوف ہیں اور امام ان واجبات کا موقوف علیہ ہے اور قبل ازیں گزر چکا ہے کہ واجب کا موقوف علیہ بھی واجب ہوتا ہے تو چونکہ تقرر امام واجب ہے لہٰذا مسلمانوں پر ضروری ہوا کہ تقرر امام سے اپنا واجب ادا کریں امر دوم کی تفصیل یہ ہے کہ مذکورہ بالا واجبات امام کے فرائض میں داخل ہیں اور بغیر امام کے دوسرا آدمی ان فرائض کو ادا نہیں کر سکتا اب ان تیرہ امور کی تفصیل ملاحظہ ہو جو کہ امام کے فرائض میں داخل ہیں اور تقرر امام پر موقوف ہیں۔

اول :۔ امام کا کام یہ ہو گا کہ وہ مسلمانوں کے احکام نافذ کرے گا۔

دوم :۔ شرعی حدود قائم کرے گا مثلاً چوری اور زناء اور شراب کی حدیں۔

سوم :۔ اسلامی ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرے گا۔

> **اگر بغیر تقرر امام کے**
> **نظامِ مصطفےٰ نافذ کیا جائے**
> **تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے**
> **بغیر بنیاد کے دیوار تعمیر کی جائے**

چہارم :۔ اسلامی فوج کے لئے اسلحہ اور دوسری ضروریات کا انتظام کرے گا۔

پنجم :۔ زکوٰۃ اور عشر اور خراج وصول کرے گا۔

باغیوں، چوروں اور ڈاکوؤں کی سرکوبی کریگا

نہم :۔ جمعہ اور عیدین قائم کرے گا۔

دہم :۔ لوگوں میں جو جھگڑے ہیں ان کا قطعی حل پیش کرے گا۔

یازدہم :۔ حقوق پر شہادتیں قبول کریگا۔

دوازدہم :۔ جن نابالغ لڑکوں اور لڑکیوں کے ولی نہیں ہیں ان کے نکاح کرے گا۔

سیزدہم :۔ مال غنیمت کی تقسیم کرے گا۔

اور اس کے بغیر کئی اور امور بھی ہیں جن کو ہر آدمی سرانجام نہیں دے سکتا اور امام سرانجام دے سکتا ہے۔ چونکہ تاحال پاکستان میں شرعی اور باشرائط امام نہیں ہے لہٰذا اس کو زکوٰۃ اور عشر اور خراج اور دوسرے واجب ادا کرنے مسلمانوں پر ضروری نہیں البتہ اگر ادا کر دیئے جائیں تو جائز ہے۔ اس مقصد دوم سے ثابت ہوا کہ اسلامی قانون اور نظام مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر آدمی نافذ نہیں کر سکتا بلکہ یہ کام منتخب امام کا ہے تو گویا اسلامی آئین کی بنیاد اور پہلی اینٹ تقرر امام ہے اور اگر بغیر تقرر امام کے نظام مصطفےٰ نافذ کیا جائے تو اس کی مثال یہ ہے جیسے بغیر بنیاد کے دیوار تعمیر کی جائے اور ہر آدمی شرعی امام اور سربراہ مملکت نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لیے شرائط ہیں جن کا بعد میں ذکر کیا جائے گا۔ اب یہاں عقائد نسفی پر ایک اعتراض ہوتا ہے کہ عقائد نسفی یہ متن ہے اور متون میں اختصار ہوتا ہے لیکن امامت کے مسئلہ کو طوالت سے کیوں ذکر کیا گیا ہے۔ تو شارح نبراس نے اس کا جواب ان الفاظ میں دیا ہے

خلاصہ یہ کہ متون مختصر ہوتے ہیں اور مصنف رحمہ اللہ نے امامت کے مسئلہ کو طوالت سے بیان فرمایا ہے اس کی کیا وجہ ہے تو جواب یہ ہے کہ اس طوالت کے دو فائدے ہیں۔

اول :۔ تمام مسلمانوں کو متنبہ کرنا ہے کہ امام کا تقرر بڑا مقصودی ہے اور تم پر واجب ہے لہٰذا اس سے غافل نہ ہونا۔

دوم :۔ ائمہ کو رہنمائی کرنی ہے کہ تم پر جو تیرہ چیزیں واجب ہیں ان کو کما حقہ ادا کرنا۔ عقائد نسفیہ کے مصنف نے جو امامت کا مسئلہ طویل عبارت میں ذکر کر کے اس کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے افسوس کہ اس صدی کے پانچ ہزار علماء و مشائخ نے ۲۲ مارچ کے اجلاس میں اس کو محسوس نہیں کیا اور سارا وقت منفی سیاست

میں ضائع کرکے عورت سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی صرف اہل سنت میں انتشار کو ہوا دیکر کار بے خیر کا ارتکاب کیا۔ پرانے علماء و مشائخ کا طریقہ وصل اور باہمی محبت تھا لیکن اس صدی کے علماء و مشائخ کا طرۂ امتیاز فصل اور باہمی افتراق اور انتشار ہے گویا کہ اس صدی کا تصوف بھی تبدیل ہو گیا ہے۔ پرانا تصوف تو یہ تھا یعنی برا شیخ وہ ہے جو امراء کے دروازوں کا چکر لگاتا ہے اور اچھا امیر وہ ہے جو کہ مشائخ کے دروازوں پر حاضری دیتا ہے۔ یہ تو پرانا تصوف تھا اب نیا تصوف اور اس کا زریں مسئلہ ملاحظہ ہو۔ (خیر الفقیر علےٰ باب الامیر بئس الامیر علیٰ باب الفقیر) یعنی بڑا اور نامی گرامی شیخ وہ ہے جو کہ امراء کے دروازوں پر حاضری دیتا ہے اور برا امیر وہ ہے جو کہ مشائخ کے در کی حاضری دے۔ حضرت خواجہ ثانی قدس سرہٗ سیالوی کے پرانے تصوف کے متعلق چند ٹھیٹھ پنجابی مقولے ہیں چونکہ جدید ذہنوں پر ثقیل ہیں لہٰذا ان کو یہاں نقل نہیں کیا جاتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس مسلمان کو اپنے امام زمانہ کی معرفت ہے اس کی موت اسلامی اور ہدایت کی موت ہے اور جس کو یہ معرفت حاصل نہیں ہے اس کی موت جاہلیت کی موت اور ضلالت کی ہے یہ حکم تو ایک عام مسلمان کا ہے اور پھر علماء اور مشائخ کو تو یہ معرفت بطریق اولیٰ حاصل ہونی چاہیئے۔ حیرت ہے کہ ۲۲ مارچ کو علماء و مشائخ نے اس امر پر تو اتفاق کیا عورت سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی لیکن شیطان نے یہ امر ان کے ذہن سے نکال دیا ہے۔ کہ آخر سربراہ مملکت کون ہونا چاہیئے تاکہ اس کی معرفت حاصل کرکے مسلمان جاہلیت اور ضلالت کی موت سے بچ جائے۔ اور اسلامی موت سے سرفراز ہو تو جو علماء و مشائخ منفی پہلو پر بحث کرتے ہیں اور مثبت پہلو کو نظر انداز کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ ان کی موت اسلامی ہو یا جاہلیت کی موت، ان کو پریم صرف ایک عورت سے ہے کہ سربراہ اور حکمران نہیں ہو سکتی۔ ایسے جم غفیر کو جن کو اپنی موت کی پرواہ نہیں کہ اسلامی ہو یا کہ جاہلیت کی اور وہ اہل سنت میں انتشار پھیلا رہے ہیں ان کو علماء و مشائخ کہنا علماء و مشائخ کی توہین ہے۔ غور فرماویں کہ امامت کا مسئلہ بغیر اتحاد اہل سنت کے حل نہیں ہو سکتا اب جو علماء و مشائخ ۲۲ مارچ کو اجلاس لاہور میں جمع ہوئے بندہ باادب ان سے دریافت کرتا ہے کہ وہ اتفاق اور اتحاد اہل سنت کے لیے مجتمع ہوئے یا کہ افتراق و انتشار اہل سنت کے لیے۔ شق اول بدیہی البطلان ہے کیونکہ ان مشائخ کا جو سربراہ ہے اور جس کی کوشش سے اجلاس لاہور منعقد ہوا اخباری اطلاع کے مطابق اس نے برملا کہا ہے کہ علامہ نورانی کے ساتھ ہمارا اتحاد نہیں ہو سکتا۔ مزید برآں اجلاس لاہور میں جو علماء و مشائخ مجتمع ہوئے ان کے درمیان نقطہ اتحاد صرف اور صرف بغض علامہ نورانی تھا، پھر ان سے اصلاح اور اتفاق کا تصور ہی نہیں ہو سکتا تو اب شق ثانی متحقق ہوئی کہ یہ اجتماع لاہور صرف اور صرف افتراق اور انتشار کے لئے تھا اور فرقہ

> ۲۲ مارچ کے علماء و مشائخ
> کنونشن نے اس امر پر تو اتفاق
> کیا کہ عورت سربراہ مملکت نہیں
> ہو سکتی لیکن شیطان نے یہ امر
> ان کے ذہن سے نکال دیا کہ آخر
> سربراہ مملکت کون ہونا چاہیئے؟

باغیہ کی پیٹھ ٹھونکنے کے لیے تھا کہ بغض نورانی پر ڈٹے رہنا ہم تمہارے ساتھ ہیں اگر یہ جم غفیر علماء و مشائخ اجلاس لاہور میں شامل نہ ہوتا تو فرقہ باغیہ ایک دن میں اپنی موت آپ مر جاتا ان علماء و مشائخ کی شمولیت سے اس بیمار کو چند دن کی حیات ضرور مل گئی ہے اب انتظار ہے کہ اس کا جنازہ کب نکلتا ہے۔ بندہ کی شرعی رائے یہ ہے کہ فرقہ باغیہ یا تو ندامت کے ساتھ حق کی طرف رجوع کرلے گا اور بصورت دیگر انشاء اللہ تعالیٰ ختم ہو جائے گا۔ غور فرماویں کہ جو علماء و مشائخ ۲۲ مارچ کے اجلاس لاہور میں شریک ہوئے ہیں سب کی زبان پر نظام مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کا دعویٰ ہے اور اس نظام مقدس کو صرف اور صرف شرعی امام جامع شرائط ہی نافذ کر سکتا ہے اور تقرر امام اتحاد اہل سنت پر موقوف ہے تو نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ نظام مصطفےٰ اتحاد اہل سنت پر موقوف ہے اور انتشار اہل سنت نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے تو چونکہ یہ علماء و مشائخ انتشار اہل سنت کا سبب بنے ہیں لہٰذا یہ لوگ اس نظام مقدس کے دشمن ہیں لہٰذا ان کو یہ امر زیب نہیں دیتا کہ وہ نظام مصطفےٰ کا دعویٰ کریں۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے نہ تو کبھی امراء اور حکام کے دروازوں کا چکر لگایا ہے اور نہ ہی انہوں نے اہل سنت میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کی۔ البتہ انہوں نے اصولوں پر کبھی سودے بازی نہیں کی۔ جس نے اصولوں کی خلاف ورزی کی۔ اس کو سزا دینے میں انہوں نے کبھی تامل نہیں کیا۔ اگرچہ وہ بڑا عہدیدار کیوں نہ ہو اور اس کا نام انتشار نہیں ہے بلکہ نظام عدل ہے تقریباً ہر سیاسی پارٹی اختلاف کی وجہ سے متعدد بار دھڑوں میں تبدیل ہوئی ہے اور جمعیت بھی اس سے مستثنےٰ نہیں ہے لیکن جمعیت کا باغی ٹولہ نہایت قلیل ہے اور اہل سنت کا سواد اعظم اب بھی علامہ شاہ احمد نورانی کے ساتھ ہے۔ بندہ کو اعتراف ہے کہ میرے مضمون میں بظاہر علماء و مشائخ کی گستاخی کی گئی ہے اور بعض معاندین اس فقیر کے خلاف پروپیگنڈہ بھی کریں گے۔ اس کا ایک جواب تو بعد میں مضمون کے آخر میں آئے گا چند جوابات یہاں ملاحظہ ہوں۔

جواب اول :۔ علماء و مشائخ خطاء سے معصوم نہیں ہیں ان سے خطا سرزد ہو سکتی ہے بلکہ ہوتی ہے تو ان کو ادب کے ساتھ خطا پر متنبہ کرنا یہ گستاخی نہیں ہے بلکہ یہی حقیقی احترام ہے کیونکہ جس آدمی پر تنقید نہ ہو تو وہ سمجھتا ہے کہ میری ہر بات درست ہوتی ہے اور تنقید سے بالاتر ہے تو وہ احتیاط سے کام نہیں لیتا لہٰذا خطاء کا احتمال زیادہ ہوتا ہے اور اگر اس کو علم ہو کہ میری بات پر تنقید ہوگی تو وہ ہر بات سوچ کر اور احتیاط سے کرے گا اور یہی اس کے حق میں بہتر ہے تو جو علماء و مشائخ ۲۲ مارچ کے اجلاس میں شریک ہوئے اور اس سے اہل سنت میں افتراق پیدا ہوا۔ یہ ایک خطا تھی تو بندہ نے پورے احترام کے باوجود اس خطا پر ان علماء و مشائخ کو متنبہ کیا ہے اور خطا کی سنگینی کی وجہ سے اس پر تنبیہ کرنا ضروری تھی اور اس کو گستاخی کہنا اس صدی کا تصوف ہے جو تصوف قدیم کے الٹ ہے۔

جواب دوم :- بندہ کا نظریہ یہی ہے کہ علماءؒ و مشائخ کا احترام لازم ہے لیکن اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اور اس کے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کا احترام علماء و مشائخ کے احترام سے بہت زیادہ ہے لہٰذا فقیر کے نزدیک اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام بیان کرنے میں اگر بظاہر علماء و مشائخ کی گستاخی لازم آتی ہو تو کوئی قباحت نہیں ہے۔ اور کسی کا احترام احکام شرعیہ بیان کرنے میں مانع نہ ہونا چاہیئے مقصد سوم اس مقصد میں اب امام کے شرائط بیان کئے جاتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ ہر آدمی نہ تو امام شرعی ہو سکتا ہے اور نہ ہی اسلامی آئین نافذ کر سکتا ہے۔ عقائد نسفی میں ہے۔ خلاصۂ عبارت یہ ہے کہ امام ظاہر ہونا چاہیئے تاکہ لوگ اپنے مسائل میں اس کی طرف رجوع کریں اور امام لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ نہ ہو منتظر بھی نہ ہو یعنی اس وقت تو لوگوں کے سامنے نہ ہو لیکن مستقبل میں اس کے نکلنے کا انتظار ہو اور وہ قریش سے ہوگا اور غیر قریشی نہیں ہوگا۔ اور امام کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ بنی ہاشم سے ہو یا کہ حضرت علیؓ کی اولاد سے ہو۔ یہ جو ذکر کیا گیا ہے یہ اہل سنت کا مذہب ہے اور اہل شیعہ اس امر پر تو متفق ہیں کہ امام کا قریشی ہونا ضروری ہے۔ اس کے بعد اہل شیعہ کے دو مذہب ہیں۔ اول یہ کہ امام کے لیے ضروری ہے کہ بنی ہاشم سے ہو غیر ہاشمی امام نہیں ہو سکتا۔ مذہب دوم یہ کہ امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی اولاد سے ہو چونکہ اہل سنت کے نزدیک یہ دونوں مذہب باطل ہیں اس لیے متن میں دونوں مذہبوں کے رد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ شرح عقائد میں ہے۔ متن عقائد نسفی میں تین دعوے تھے شارح عقائد علامہ تفتازانی نے ہر ایک پر دلیل ذکر کی ہے۔ دعویٰ اول کہ امام کے لیے یہ ضروری ہے کہ قریش سے ہو اور غیر قریش سے نہ ہو اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک امام قریش سے ہوگا۔ اس دلیل کی منشا اس امر پر ہے کہ الائمہ پر جو الف ہے وہ استغراق کے لیے ہے اور اس وقت امام کا ہر فرد قریشی ہوگا اور غیر قریشی امام نہیں ہو سکے گا۔ اب اس دلیل پر اعتراض ہوتا ہے شارح تفتازانی نے اس کا جواب دیا اعتراض یہ ہے کہ مسئلہ امامت اہل سنت کے نزدیک اگرچہ فروعات سے ہے اور حدیث الائمہ من قریش یہ خبر واحد ہے اور ظن کی مفید ہے اور جو مسائل فروعات سے ہیں وہ دلیل ظنی سے ثابت ہو جاتے ہیں تو امام کا قریشی ہونا اہل سنت کے نزدیک تو خبر واحد سے ثابت ہو جائے گا لیکن اہل شیعہ کے نزدیک یہ مسئلہ اصول اعتقادیہ سے ہے اور اس کے لئے دلیل قطعی کا ہونا ضروری ہے تو امام کے قریشی ہونے کا مسئلہ اہل شیعہ کے نزدیک اس خبر واحد ظنی سے کیسے ثابت ہوگا تو شارح تفتازانی نے اس کا یہ جواب دیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد انصار نے مہاجرین کو کہا کہ (منا امیر و منکم امیر) یعنی اب ایک امیر نہیں ہوگا بلکہ دو امیر ہوں گے ایک ہم سے یعنی انصار سے اور ایک دوسرا امیر تم سے ہوگا۔ یعنی مہاجرین سے تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انصار کے خلاف حدیث الائمہ من قریش سے استدلال کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ مہاجرین سے ہی امام ہوگا کیونکہ وہی قریش ہیں اور امام انصار سے نہیں ہو سکتا کیونکہ انصار قریش نہیں تھے تو اس حدیث کا کسی نے انکار نہ کیا تو اس حدیث پر اجماع صحابہ ہوا تو اب یہ حدیث قطعی ہو گی اور یقین کا فائدہ دے گی تو اب اہل شیعہ کے نزدیک بھی اس حدیث شریف سے استدلال درست ہوگا۔ خلاصہ جواب یہ ہوگا کہ یہ حدیث اگرچہ باعتبار اصل کے خبر واحد اور مفید ظن ہے لیکن جب اس پر صحابہ کا اجماع ہو گیا تو اب یہ خبر یقین کا فائدہ دے گی البتہ خوارج اور بعض معتزلہ قریش والی شرط کے منکر ہیں اب اس تصریح سے معلوم ہو گیا کہ اس دور میں اگر کوئی آدمی قریش کی شرط کا انکار کرے تو وہ خارجی ہوگا یا معتزلی، اہل سنت ہرگز نہیں ہو سکتا علامہ تفتازانی نے جو جواب دیا ہے صاحب نبراس نے اس کو ان الفاظ سے رد کیا ہے ملاحظہ ہو۔

(جاری ہے)

پیر صاحب مشوری شریف کے چہلم کی مختصر روداد

امام اہل سنت فقیہ اعظم تحریک پاکستان کے عظیم رہنما و علمائے سنت کے جلیل القدر عالم دین و شیخ طریقت حضرت علامہ مفتی پیر محمد قاسم محدث مشوری شریف علیہ الرحمۃ الرحمن کا چہلم شریف ۱۰ شوال ۱۴۰۲ھ کو مشوری شریف میں منعقد ہوا۔ جس میں تین روز تک اندرون ملک و بیرون ملک سے علماء و مشائخ وکلاء دانشور صحافی طلباء اور ہزاروں کی تعداد میں عوام اہل سنت نے شرکت کی سعادت حاصل کی۔ مزار مبارک پر زائرین کا تانتا بندھا رہا۔ قرآن کریم کے بے شمار ختم پیش کئے گئے فاتحہ خوانی ہوئی۔ عقیدت مندوں کی طرف سے مزار شریف پر چادریں چڑھائی گئیں۔

جمعیت علماء پاکستان کے وفد نے چہلم کی تقریبات کے موقع پر حضرت امام اہل سنت امام مشوری رحمۃ اللہ علیہ کی مرقد انور پر قصیدہ بردہ شریف کی گونج میں چادر چڑھائی۔ عجیب کیف آور گھڑی تھی جب فنا فی اللہ عاشق رسول کی مزار پُر انوار پر مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام کی صدا سنائی دے رہی تھی۔ جنہوں نے ساری زندگی نظام مصطفےٰؐ کے نفاذ اور عوام کے دلوں میں عشق رسولؐ کی شمع روشن کرنے میں بسر کی تھی۔ وفد کی قیادت جناب محمد عثمان خان نوری قاسمی صاحب کر رہے تھے۔ جبکہ مولانا حبیب احمد نقشبندی (جنرل سیکرٹری جمعیت علماء پاکستان۔ بلوچستان) علامہ محمد شریف سرکی صاحب نائب صدر جے یو پی سندھ، مولانا محمد عارف سعیدی صدر جے یو پی (سکھر) مولانا خیر محمد رضوی (لاڑکانہ) میاں عبدالحق (میاں جو گوٹھ)، مولانا غوث بخش حبیبی، جناب محمد مشرف محمود قادری حاجی محمد اقبال سعیدی، محمد مشتاق سعیدی، صاحبزادہ زین العابدین راشدی بھی شامل تھے۔

از: صاحبزادہ السید محمد زین العابدین راشدی
(لاڑکانہ)

کاش مسلمان اپنا مقام پہچان لے

مال کے حصول کے لئے ناحق قتل کون کرتا ہے؟ ان سب سوالوں کا جواب ہے مسلمان؟

سید خورشید احمد شاہد القادری

ایک پشتو شاعر کی منظوم کتاب دیکھ رہا تھا اس میں چند سوالات تھے اور جواب میں صرف "مسلمان" درج تھا وہ لکھتے ہیں کہ

جھوٹی قسمیں کون کھاتا ہے؟ —— مسلمان
بھائی کے راستے میں کنواں کون کھودتا ہے؟ مسلمان
مسجد سے جوتے کون چراتا ہے؟ —— مسلمان
چغلی کون کھاتا ہے؟ —— مسلمان
مال کے حصول کے لیے ناحق قتل کون کرتا ہے؟ مسلمان

اس قسم کے ۹ سوال تھے پہلے تو مجھے کچھ غصہ چڑھا کہ شاعر نے مسلمان کی توہین کی ہے، لیکن جب سوچنے کا موقع ملا تو اندازہ لگایا کہ یہ تو حقیقت ہے آج مسلمان نے اپنے بہترین بلند و بالا اور اعلیٰ مذہب اسلام کے عقائد احکام و نظریات اور تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے یا ان کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے آج مسلمان نے جھوٹ بیانی کو اتنا فروغ دیا ہے کہ اسکی زندگی کے ہر شعبے میں جھوٹ، مکر و فریب اور دھوکے نے اتنی سرایت کی ہے کہ اس کا علاج بظاہر بالکل مشکل نظر آ رہا ہے اور انہی وجوہات کی بنا پر انہیں سخت مشکلات اور دشواریوں کا سامنا ہے۔

آج دکاندار چند ٹکوں کی خاطر جھوٹ کہکر نرخ زائد بتا کر اپنے ایمان کو نقصان پہنچا رہا ہے، سیاسی لیڈر ووٹ کے حصول کی خاطر ووٹروں کو سبز باغ دکھا کر جھوٹے وعدے کر کے اپنی مسلمانی کا مذاق اڑا رہا ہے کرسی اقتدار پر جلوہ افروز حضرات اسلام کا نام اور جمہوریت کا نام صرف طول اقتدار کے لئے لیتے ہوئے اسلام اور جمہوریت کا تمسخر کر رہا ہے حکومت کی کرسی یا دولت و جائداد کے حصول کیلئے دہشت و بربریت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قتل و غارت کا بازار گرم کر رکھا ہے، سندھ حیدر آباد کراچی اسی فساد و اختلافات کی نذر ہو رہا ہے، بعض سرکاری ملازمین اپنی ذمہ داریوں میں غفلت کے مرتکب ہو کر حرام کی کمائی کر کے اللہ کے غضب کو دعوت دیتے ہیں۔ مالدار اور دولت والے اپنے ماتحتوں پر ظلم کرتے ہیں ان سے بیگار لیتے ہیں انہیں اپنا غلام سمجھتے ہیں، ان پر ہر قسم کا ظلم روا رکھکر ایمان کا زیاں کرتے ہیں، پولیس لوگوں سے بھاری بھاری رشوتیں لے کر جہنم کی آگ میں اپنے آپ کو دھکیل دیتی افسران بالا کسی کام یا بھرتیوں کی خاطر ہزاروں روپے وصول کرتے ہوئے قہر الٰہی کو دعوت دیتے ہیں، توحید مبارک نام لیکر وہابی اور پنج پیری لوگ انبیاء کرام، اولیاء اللہ، مقامات مقدسہ اور عقائد سنیہ کی دشمنی کرتے ہوئے خدا اور رسول سے مقابلے کی تیاری میں مصروف ہیں، بزرگان دین اور مذہب اسلام کے پیشوایان صحابہ کرام اہل بیت غلام کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

مسلمان کی صورتحال یہاں تک ابتر ہو چکی ہے کہ علماء کرام کی تقریر پسند نہیں کرتا، انکے سننے کے لئے ۵، ۱۰ منٹ تک بیٹھنا گوارا نہیں کر سکتا، کسی مذہبی کام کے لئے وقت نہیں نکال سکتا نماز کے بعد مسجد میں دعا کا انتظار تک نہیں کر سکتا، بس اسلام

چھیڑتے ہی مسجد سے بھاگ نکلتا ہے، لیکن دوسری جانب تین تین گھنٹوں تک سینما گھروں کی زینت بنتا ہے اور اس لغو کام میں بیٹھ کر خوش ہوتا ہے علماء کرام کا مذاق اڑاتا ہے۔ مسلمان کی موجودہ صورتحال پر ایک ہمدرد صاحب کے تاثرات پیش خدمت ہیں۔

آج ہمارا معاشرہ ہزاروں بلکہ لاکھوں برائیوں کا گہوارہ بن چکا ہے اور یہ برائیاں معاشرے میں اتنی مضبوطی سے جڑ پکڑ چکی ہیں کہ انہیں اکھاڑ پھینکنا ناممکن سا لگتا ہے، آگے لکھتے ہیں۔ رشوت ستانی ایک ایسی برائی ہے جسکی وجہ سے لاکھوں دوسری برائیاں اور معاشرتی مسائل جنم لیتے ہیں، بہت سے تعلیمیافتہ اور انتہائی قابل افراد جو ملازمتوں کے حقدار ہیں انہیں صرف اس وجہ سے ملازمت نہیں ملتی کہ ان کے پاس رشوت دینے کے لیے پیسے نہیں ہوتے، لاتعداد نالائق اور نااہل افراد رشوتیں دے کر اونچی اونچی ملازمتوں پر بیٹھے ہیں اور اب خود بھی رشوت لے کر غریب عوام کو تنگ کر رہے ہیں، قوم کو لوٹ رہے ہیں اور ملک کو برباد کر رہے ہیں، لاتعداد لوگوں کے ضروری کام صرف اس وجہ سے رکے ہوئے ہیں کہ ان کے پاس رشوت دینے کے لیے رقم نہیں، سرکاری محکموں میں جہاں چلے جائیں رشوت کا بازار گرم ہے اور عام آدمی اپنے جائز کام بھی بغیر رشوت دیئے نہیں کرا سکتا۔

کچھ آگے رقمطراز ہیں کہ اقربا پروری کی لعنت ہمارے معاشرے میں اس قدر دخل پذیر ہے کہ ہر شعبے میں بڑے بڑے لوگ اپنے نااہل اور نالائق لوگوں کو اپنے رشتہ داروں کو ملازمتیں دلوا دیتے ہیں جس سے ان محکموں کی کارکردگی ہی متاثر نہیں ہوتی بلکہ اگر کسی بڑے آدمی کا کوئی رشتہ دار یا جاننے والا کوئی سنگین جرم بھی کر دے تو اسے بچانے کے لیے پوری پوری کوششیں کی جاتی ہے، اور اس کے جرم پر پردہ ڈالدیا جاتا ہے جس سے اسے مزید شہ ملتی ہے اور وہ آئندہ بھی کوئی جرم کرنے سے نہیں گھبراتا بلکہ جرم پر جرم کرتا چلا جاتا ہے، آج ہمارے ملک کے بعض حصوں خصوصاً سندھ میں جس بڑے پیمانے پر انتہائی سنگین جرائم کا ارتکاب ہو رہا ہے ان کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ مجرموں کو انتہائی با اثر شخصیات کی پشت پناہی حاصل ہے جس کی وجہ سے اول تو انہیں گرفتار ہی نہیں کیا جاتا ہے اور اگر کبھی اتفاق سے ایسا ہو بھی جائے تو وہ کسی نہ کسی طرح رہا ہو جاتے ہیں۔

معاشرتی عدم مساوات ہمارے موجودہ معاشرے کا ایک ایسا مسئلہ ہے جس سے معاشرے کا نچلا طبقہ عاجز ہو چکا ہے آج ہمارے معاشرے میں چھوٹے بڑے ادنی اور اعلی، امیر و غریب وغیرہ کا جو فرق ہے وہ اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہرگز ہرگز مطابقت نہیں رکھتا، معاشرے میں مسائل کا ایک اور اہم سبب لوگوں کی اخلاقی بے راہ روی ہے، آج ہم اپنے معاشرے میں ہر طرف بے حیائی، بے شرمی، والدین کی نافرمانی، اساتذہ سے گستاخی، چھوٹوں سے بدتمیزی، بڑوں سے بے ادبی، بد دیانتی، ناپ تول میں کمی، ناجائز منافع خوری، ملاوٹ، سود اور لاتعداد برائیاں دیکھتے ہیں جو سب کی سب نہ صرف یہ کہ کچھ افراد کی اخلاقی بے راہ روی سے شروع ہوتی ہیں بلکہ بالآخر پورے معاشرے کو بداخلاقی کی لپیٹ میں لینے پر منتج ہوتی ہیں، موجودہ معاشرتی مسائل کا دوسرا سبب لوگوں کا اپنے بچوں یعنی اولاد کی تربیت سے غافل ہونا ہے، معاشی عدم مساوات آج معاشرے کا سنگین مسئلہ بنا ہوا ہے جس کے باعث ہزاروں افراد بھیک مانگنے اور جرائم کرنے پر مجبور ہیں آج کے دور میں لوگوں کے درمیان بہت چھوٹی اور معمولی باتوں پہ اختلافات ہو جاتے ہیں جس کے باعث لوگوں کے درمیان ایکدوسرے کے خلاف دل میں کینہ، بغض و حسد عداوت پیدا ہو چکی ہے، ہمارے معاشرے میں اخلاق حسنہ کی بیحد کمی ہے۔

معاشرے میں چھوٹے بڑے، امیر وغریب کا جو فرق ہے
وہ اخلاق محمدیؐ سے مطابقت نہیں رکھتا

اپنے تاثرات کا تفصیل سے بیان کرتے ہوئے ساتھ ہی اس کا حل اور علاج بھی بتایا ہے کہ آج کے مسائل ومشکلات کے بھرمار کی اصل وجہ حضور اکرم نور مجسم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وارشادات مبارکہ سے دوری اور لاتعلقی ہے کاش مسلمان اپنے حبیب پاک، صاحب لولاک، سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں اور طریقوں کو اپنا کر اپنا بزرگ وبرتر مقام پہچان لیتے لیکن افسوس کہ آج مسلمان کے پاس دین کے مسائل سننے کے لئے وقت نہیں ہوتا اگر ہوتا ہے تو وہ صرف فضول گپ شپ بازاروں، گلی کوچوں میں عبث چکر لگانے، فلمیں دیکھنے، وی سی آر دیکھنے، نشہ بازی، جوا بازی، کھیل کود دیکھنے ہوتا ہے، اب بھی اگر مسلمان نے اپنی خستہ حالی پر نظر ثانی نہ کی تو اسکے نتائج اسکے حق میں نہایت ہی خطرناک ہوں گے۔

شیخ الحدیث التفسیر حضرت علامہ ابو النصر پیر مفتی محمد ریاض الدین صاحب قادری چشتی نقشبندی کچھ اس قسم کے تاثرات کا اظہار فرماتے ہیں کہ اہل اسلام پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ جس اسلام کے صرف نام اور جس مسلمان کی صرف قوت ایمانی سے دنیائے کفر کانپتی تھی آج وہ دونوں برائے نام رہ گئے ہیں زبانی کلامی تو اسلام کا دعوی کرنے والے بیشمار ہیں لیکن عملی طور پر خود اسلام کے مدعی اسکی جڑوں کو کاٹ رہے ہیں، آج کا مسلمان، مسلمان ضرور ہے لیکن اسے نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے حج کرنے اور مظلوم مسلمانوں کو ظالموں کے پنجوں سے چھڑانے کلمۃ اللہ کو بلند کرنے کیلئے جہاد کرنے، شراب نوشی سود خوری، رشوت ستانی، زنا لواطت عیاشی و بدمعاشی وغیرہ جملہ غیر شرعی امور سے بچنے کی کوئی ضرورت نہیں نہ تو خوف خدا رہا ہے اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے شرم وحیا۔

آج جسطرح مرد اسلامی احکام کی پابندی سے بے نیاز ہے اسی طرح عورتیں بھی خود سر اور آزاد، جو مسلمان عورت شریعت کی رو سے صرف چار دیواری کی زینت تھی، صد افسوس کہ آج وہ بازاروں کی زینت ہے جو لوگ رات دن اسلام کی گردان کرتے نہیں تھکتے وہ بدبختی سے عورت کے جائز حقوق کو مخلوط تعلیم، بے پردگی اور آزاد پھرنے پھرانے تک ہی محدود سمجھتے ہیں ظلم عظیم تو یہ ہے کہ آج بزعم خویش پڑھے لکھے انسانوں کی نگاہ میں نہ تو عقیدے کی اہمیت ہے اور نہ ہی عمل صالح کی اور جب نہ عقیدہ درست ہوا اور نہ عمل تو پھر ایسے مسلمانوں سے بجا طور پر یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ

یوں تو مرزا بھی ہو سید بھی ہو، افغان بھی ہو
لیکن اتنا تو بتاؤ کہ مسلمان بھی ہو

ایک قدم آگے چلیں تو مشائخ کی بھی کمی نہیں اور علماء کی بھی دانشوروں کا بھی شمار نہیں اور وکلاء کا بھی، فضلاء بھی بے شمار ہیں اور نوخیز طلباء بھی لیکن اسکے باوجود اسلام کی زبوں حالی پر رونا آتا ہے جس مسلمان کے نام

سے دنیا سے افراد تو ہمیں آج دو خود کافروں کا حصہ بنا ہوا ہے شعائر اسلام کا سر عام مذاق اڑایا جاتا ہے۔

اسلام کے نام پر حاصل کئے جانے والے ملک پاکستان میں اسلام کے سوا باقی ہر چیز کی فراوانی ہے مساجد ضرور آباد ہیں لیکن مسلمانوں کے دم قدم سے شراب نوشی، جوئے بازی اور بدمعاشی کے اڈے اور بے شمار سینما گھر آباد ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ وی سی آر وغیرہ کی لعنت نے باقی ماندہ کمی کو پورا کر دیا ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدوں کی جگہ ٹیلی ویژن کی اسکرین نے لے لی ہے جو نماز کا وقت تھا فلم اور وی سی آر نے۔ اول تو دین اسلام کی بات سننے کیلئے تیار ہی نہیں ہوتا اور اگر دس فیصد میں یہ رجحان پایا بھی جائے تو دین بتانے کیلئے گردش کرنے والوں میں زیادہ تر تو ایسے ہیں جو خود دین سے ناواقف ہیں نام دین کا لیتے ہیں لیکن کام بے دینوں کے کرتے ہیں۔

صاحبزادہ قاری غلام محمد خان قادری مجددی اپنی تصنیف "عالم اسلام کی عبرت کا سامان" میں رقمطراز ہیں یہ وہ نازک دور ہے جس کے متعلق صادق و مصدوق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنوں کے نزول و برپا ہونے کی خبر دی ہے۔ آج سے چند سال قبل بیروت دھماکوں کا مرکز بنا، تباہی کا سلسلہ وسیع ہوتا گیا، بدقسمتی سے اب یہ وبا ہمارے ملک میں نہ صرف کراچی اور پشاور تک محدود ہے بلکہ ہر شہر ہی بدامنی کی لپیٹ میں ہے ملک کے ہر حصے میں خوف و ہراس کا دور دورہ ہے امن و سکون کا پوری اسلامی دنیا میں عموماً اور ہمارے ملک پاکستان میں خاص طور پر فقدان ہے ایسے نازک موقع پر حکمرانوں، سیاستدانوں، نامور مشائخ، علماء، خطباء، وکلاء، طلباء، صحافیوں وغیرہ سیاسی و غیر سیاسی جماعتوں کو بروقت خبردار کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وقت کی نزاکت کو سمجھو "ایف ۱۶" طیاروں پر انحصار نہ کرو، یہود و ہنود وغیرہ نام نہاد بڑی طاقتوں سے ڈرنا چھوڑو، صدق دل سے توبہ، اپنے دلوں میں خوف خدا اور شرم حبیب کبریا ﷺ پیدا کرو، فحاشی، عریانی، قمار بازی، شراب نوشی اور تمام غیر شرعی حرکات و معاملات کا قلع قمع کرنے میں ذرہ برابر دیر ہرگز روا نہ رکھو، تماشہ بینوں اور کھیلوں کی نمائشوں کا سلسلہ ترک کرو، کشمیر، فلسطین، افغانستان اور ہندوستان کے مظلوم مسلمانوں کو اسلامی جہاد کے ذریعے درندہ صفت ظالموں کے چنگل سے نجات دلاؤ، میں ان لوگوں کو بھی دعوت فکر دیتا ہوں جو اسلام اور مسلمانوں کے لباس میں خارجیوں کے نظریات کو ازات دین پر چلا رہے ہیں اور ملک و ملت کو نقصان پہنچانے کے سلسلے میں کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے ہیں نام نہاد فرقہ پرستی کی شکل میں کئے گئے بے جا شور اور اخبارات میں بیان بازی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس کے نتیجے میں آئے دن ابتری کی فضا پھیل رہی ہے۔

سابق صدر ضیاء صاحب زبانی طور پر تو فرقہ واریت کی حوصلہ شکنی کرتے تھے لیکن عملی طور پر فرقہ وہابیت کی نشر و اشاعت کی سرپرستی فرماتے تھے دوسری طرف سول اور فوجی نوجوانوں کے دلوں سے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کھرچ نکالا جا رہا ہے، مکاتب سے لیکر کالجوں اور یونیورسٹیوں تک ایسا لٹریچر استعمال ہو رہا ہے جو نجدی افکار و نظریات پر مبنی ہے، معصوم بچوں کے عقائد خراب کرنے کیلئے اسکولوں کالجوں میں ہر روز ایسے تراجم پہنچائے جا رہے ہیں جنہیں

محمد بن عبدالوہاب نجدی جیسے دشمن دین اور اس کے نظریات کو پھیلانے والوں کو اسلام کا ہیرو بنا کر پیش کیا گیا

پڑھ کر مسلک اہلسنت سے بیزاری پیدا ہو جاتی ہے تقابل ادیان جیسی ناپاک کتابیں داخل نصاب کی خبریں گردش کر رہی ہیں جس میں شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی جیسے دشمن دین اور اسکے افکار و نظریات کو پھیلانے والے بدبختوں کو اسلام کا ہیرو بنا کر پیش کیا گیا ہے۔

محترمہ زاہدہ جبین ایم اے ایجوکیشن نے موجودہ معاشرتی برائیوں کو سیکولر نظام تعلیم کا خطرناک نتیجہ قرار دیتے ہوئے اس قسم کا اظہار خیال کیا ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اسلام کے ابتدائی تعارف کا ذریعہ وہ مسلمان تاجر تھے جن کے برصغیر سے تجارتی تعلقات دور جاہلیت سے قائم تھے بعد ازاں مسلمان علماء کرام مشائخ عظام نے قرآن و سنت کی بنیاد پر یہاں کے مشرک ہندوؤں کو توحید و رسالت اور آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دی مسلمان فاتحین نے یہاں باقاعدہ حکومت قائم کی محمد بن قاسم سے بہادر شاہ ظفر تک مسلمان جزوی یا کلی طور پر حکمران رہے بعد ازاں دین سے غفلت نے مسلمانوں کو غیر ملکی عیسائی انگریزوں کا غلام بنا دیا، انگریزوں نے جب حکومت پر قبضہ کیا، وہ تمام چیزوں کو پوری طور پر اپنی خواہش کے مطابق ڈھالا۔ نظام قانون اور نظام تعلیم دونوں کی بنیاد سیکولرازم پر رکھی۔ نظام تعلیم سے ان کے تین مقاصد تھے (۱) مسلمانوں کی نئی نسل کو ذہنی طور پر غیر مسلموں کا غلام بنایا جائے۔ (۲) انگریزی اقتدار کے استحکام کیلئے معاونین کی ایک فوج تیار کی جائے جو ہر حال میں انگریز کے وفادار ہوں (۳) مسلمانوں کی نئی نسل کو دنیادار اور مادہ پرست بنایا جائے اور انکے عقیدۂ آخرت کو کمزور کیا جائے یعنی وہ اگر عیسائی یا ہندو نہ بن سکیں تو ایمان و عمل کے لحاظ سے مسلمان بھی نہ رہ سکیں۔

لارڈ میکالے کا دیا ہوا یہ نظام تعلیم ان کی امید سے بڑھ کر کامیاب ہوا، اسی نظام نے عربی فارسی اور اردو زبانوں سے نئی نسل کو بیگانہ کر دیا، مغربی تہذیب کی چکا چوند کے وہ اسیر ہوئے، دین حق سے ان کا ایمان اٹھا، مذہب کو دین کی بجائے پرائیویٹ معاملہ قرار دیا گیا اور خود مسلمان ہی نہ صرف شعائر اسلام کی توہین و تضحیک کرنے لگے بلکہ اسلام کی مخالفت یہاں تک بن گئی تھی کہ خانہ کعبہ پر گولی چلانے میں بھی برصغیر کے مسلمان پیش پیش تھے۔

آزادئ وطن کے بعد کرنے کا اصل کام یہ تھا کہ ہر شعبۂ زندگی، تعلیم، قانون، سیاست، معاشرت معیشت میں قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق انقلاب لایا جائے لیکن افسوس کہ بانئ پاکستان محمد علی جناح کے انتقال کے بعد انگریز کے پالتو سرمایہ دار، جاگیردار اور سردار آگے بڑھے اور دیکھتے ہی دیکھتے انگریزی تہذیب کے وفادار، اپنوں کے دشمن اور غیروں کے یار مسلمان اکثریت پر چھا گئے انہوں نے نظام زندگی کو اسلام کی بجائے سیکولرازم کی بنیاد پر ترقی دی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم دین سے دن بدن دور ہوتے گئے ہمارے نظام تعلیم نے یہ گل کھلائے کہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی بنیاد ہندو اساتذہ نے ڈھاکہ یونیورسٹی میں رکھی اور مسلمان طلبہ کے کندھوں پر رکھ کر وہ بندوق چلائی جو پاکستان کے نظریاتی تشخص کو دو لخت کر گئی، مغربی پاکستان میں ہنگامہ پرور سیاست سوشلزم غنڈہ گردی کا ڈھونگ رچا اور اسلام کی تضحیک کا سبق طلبہ نے تعلیمی اداروں سے لیا۔

آج ہمارا پیارا وطن انتشار کا شکار ہے مسلم قومیت پارہ پارہ ہو چکی، قوم رسول ہاشمی اب زبان، رنگ

(باقی صفحہ ۴۳ پر)

گزشتہ سے پیوستہ

انٹرویو
اطہر فاروقی

پنڈت نہرو
چو این لائی کے دام فریب میں آگئے

نوبل انعام یافتہ دلائی لامہ کا اچھوتا انٹرویو

بھارت، جنتادل حکومت اور تبت :-

س : کیا آپ کے خیال میں مسئلہ تبت کی ذمہ داری پنڈت نہرو کی سیاسی کم فہمی اور ناکام خارجہ پالیسی پر ہے ؟

ج : بہت حد تک آپ کی بات صحیح ہے لیکن پنڈت نہرو کو چینی وزیر اعظم چاؤ این لائی نے دھوکہ دیا تھا اور نہرو ان کے دام فریب میں آگئے، تبت کو چین کا ایک حصہ قبول کر لینا واقعی پنڈت نہرو کی زبردست سیاسی کم فہمی تھی ۱۹۵۹ء سے ہندوستان حکومت نے کچھ خاص مواقع اور چند اہم مایوس کن حالات کے علاوہ تبت کے مسئلے کو اقوام متحدہ میں کبھی نہیں اٹھایا ہندوستانی حکومت کی اس پالیسی کے باوجود بھی ہم نے بالآخر تبت کے معاملے کو اقوام متحدہ کے سامنے رکھا اور ہم اپنی حمایت میں چند ملکوں کی ہمدردیاں حاصل کر سکے، اس کے علاوہ ہمارے مسئلے پر اقوام متحدہ میں گفتگو اور غور و خوض کیا گیا جس کے نتیجے میں اقوام متحدہ نے تین تجاویز پاس کیں ان تجاویز کے پاس ہو جانے کے بعد مجھے پنڈت نہرو پر ان کا ردِ عمل جاننے کا تجسس تھا اور اس کے بعد جب نہرو سے میری ملاقات ہوئی تو نہرو جی مکمل طور پر پُر سکون تھے اور ان کا رفیقانہ اور ہمدردانہ رویّہ بالکل ویسا ہی رہا ہے جیسا کہ پہلے ہوا کرتا تھا۔

میں یہاں ایک بات اور بھی کہنا چاہوں گا کہ میں نے اب تک کے ہندوستان کے تمام وزیر اعظموں میں پنڈت نہرو کو سب سے بہتر پایا، میں ان سے پہلی بار ۱۹۵۴ء میں ملا تھا اور اس کے بعد آخر تک میں نے انہیں ایک مخلص دوست اور بے حد مہذب شخص پایا، لیکن یہ بھی طے ہے کہ تبت کے معاملے پر ان کی خارجہ پالیسی اور ان کی غلطیوں کو ان کے پیروؤں نے لگاتار چھپایا اور چونکہ ہندوستان کے اقتدار پر مسلسل پنڈت نہرو کے ورثا قابض رہے یوں مسئلہ کو حل کرنے کیلئے ہندوستان کی طرف سے کسی بھی قسم کے اقدامات نہیں کئے گئے راجیو گاندھی کے چینی طلبہ کی بغاوت کو کچلنے سے متعلق نظریات و اصول بہت مایوس کن رہے اور دنیا میں یہ تاثر عام ہوا کہ راجیو حکومت ظلم و جبروت کی ہمنوا ہے۔

س : نئی جنتادل حکومت سے آپ کو کیا امیدیں وابستہ ہیں؟

ج : ابھی واضح طور پر کچھ کہنا مشکل ہے میں نئی حکومت کے وزیر اعظم اور وزیر خارجہ سے مل چکا ہوں دونوں ہی گہری سیاسی فہم والے لوگ ہیں مگر ابھی ہندوستانی حکومت کے اصولوں میں بنیادی تبدیلیوں کے واضح اشارات نہیں ہیں۔

س : کہیں اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ ہندوستان کے نئے وزیر خارجہ اندر کمار گجرال اشتراکی خیالات کے زبردست حامی ہیں۔

ج : ان کے اشتراکی طرز فکر کا تبت پر چین کے تئیں بھارت کے رویئے میں کوئی زیادہ فرق پڑے گا مجھے ایسا نہیں لگتا میں کہہ چکا ہوں کہ میں خود کو نصف مارکسٹ سمجھتا ہوں دراصل کسی بھی حکومت کے نئے ملک کی خارجہ پالیسی میں بہت زیادہ بنیادی تبدیلیاں کرنا ایک دم ممکن نہیں ہوتا۔ اور یہ جنتادل کے لیے بھی ممکن نہیں ہوگا کہ وہ بیالیس سال پرانی پالیسیوں کو ایک دم بدل ڈالے۔ مگر مجھے امید ہے کہ اس سلسلے میں امید افزا پیش رفت ہوگی، گجرال صاحب کو خارجہ پالیسی کی بہت گہری فہم ہے اور اب تک ہندوستان کے بہترین وزرائے خارجہ میں سے مسٹر گجرال ایک ہیں جہاں تک میں جانتا ہوں مسٹر گجرال میں وہ کٹر پن نہیں ہے

یہ تاثر عام ہوا
کہ
راجیو حکومت
ظلم کی ہمنوا ہے!

جو مارکسزم اور مارکسوادیوں کی پہچان ہے ۔ اور جس کی وجہ سے مارکسزم کو بہت نقصان پہنچا ہے جب میں نے وزیر اعظم سے ملاقات کی تو اس وقت وزیر خارجہ بھی ان کے ساتھ تھے ، وزیر خارجہ جیسے ایک ماہر سیاستداں کو برداشت اور تحمل کی سخت ضرورت ہوتی ہے ۔

س : کیا آپ ہندوستان میں آباد تبتیوں کے حالات سے مطمئن ہیں ؟

ج : ہندوستان سے ہمارے تاریخی رشتے بہت قدیم ہیں ، ہندوستان اور تبت کے اس تعلق کو قدیم روحانی وراثت نے مزید استوار کیا ہے ۔ ہندوستان تبتیوں کی ہر ممکن مدد کرنے میں ہمیشہ بہت نرم اور ہمدرد رہا ہے ۔ تبتیوں کو اپنی ثقافت کی حفاظت کرنے میں ہندوستان یا ان ملکوں میں جہاں وہ آباد ہیں ، کوئی پریشانی نہیں ہوتی ہے ۔ تبتی ثقافت کی حفاظت کے لئے انسان کی جان اور صحت کی حفاظت کرنے کے لئے بھی رضا کار تنظیموں کی طرف سے معاونت ملتی ہے ۔ ہندوستان کے ذریعے کی جانے والی مدد بھی لائق ستائش اور عظیم ہے ، کچھ لوگ مجھے اس مقصد کے لئے بطور نذرانہ رقم دیتے ہیں ، ہماری تنظیم دھرم شالہ میں ہے اور یہاں تقریباً ہر بستی کا سماج سدھار ہے ، سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ روپے کا غلط استعمال بالکل نہیں ہے ، بہت سی رضا کار تنظیموں کے تجربہ کار رضا کار یہاں آتے ہیں اور وہ بھی تبت کی پناہ گزیں معاشی پالیسی کی تعریف کرتے ہیں ، یہ سب اس بات سے واضح طور پر ہو جاتا ہے کہ خود ہندوستانی بھی انہیں ملنے والوں سے داد و ستائش وصول کرتے ہیں ۔

آخری دلائی لامہ اور تبت واپسی :-

س : کیا آپ کو یقین ہے کہ بالآخر ایک دن آپ کا ملک چینیوں کی غلامی کے پنجے سے رہائی حاصل کرے گا ؟

ج : چین اور تبت کے بیچ سمجھوتہ ہو سکتا ہے بشرطیکہ انہیں ایک دوسرے پر یقین ہو اور دونوں کے مفادات کے تحفظ کی گارنٹی ہو ، لاسا میں آج بھی جانگ ہو کا ایک مقدس عبادت گاہ ہے ، کے نزدیک ایک لاٹ ہے جس پر ۸۲۱ء کا چینی تبت کا معاہدہ نقش ہے اس معاہدے کا احترام کر کے اسی کی بنیاد پر سمجھوتہ کیا جانا چاہیے ، جس سے چینی اور تبتی اپنے اپنے ملکوں میں پرسکون زندگی گزار سکیں گے ۔

س : دلائی لامہ انسٹی ٹیوشن کے بارے میں گزشتہ دنوں نئی نئی افواہیں سننے میں آئی ہیں کیا یہ صحیح ہے کہ آپ کے اعلان کے مطابق آپ کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا ؟

ج : دلائی لامہ کا وجود تبت کے عوام کی مرضی پر منحصر ہے یہ بات میں نے ساتویں دہائی میں واضح کر دی تھی ، لیکن چونکہ موجودہ حالات میں یہ انسٹی ٹیوشن تبت کے لوگوں اور ان کی ثقافت کے لیے سودمند ہے اگر مستقبل میں دلائی لامہ انسٹی ٹیوشن کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی تو اس کا وجود ختم ہو جائے گا اسی لئے میں کبھی کبھی یہ بھی کہہ دیتا ہوں کہ میں آخری دلائی لامہ ہوں میرے اس بیان کی ایک دوسری وجہ بھی ہے وہ یہ ہے کہ چینی ہمیشہ یہ الزام لگاتے رہے ہیں کہ تبت کا اصل مسئلہ دلائی لامہ ہی ہے کیونکہ وہ اپنے عہدے کی حفاظت میں دلچسپی رکھتا ہے اس لئے اپنے وطن سے نکلنے کے چار سال بعد ۱۹۶۳ء میں ہم نے مستقبل کے

> **ہندوستان میں انسانی اقدار کو مٹتا ہوا دیکھ کر مجھے دکھ ہوتا ہے**
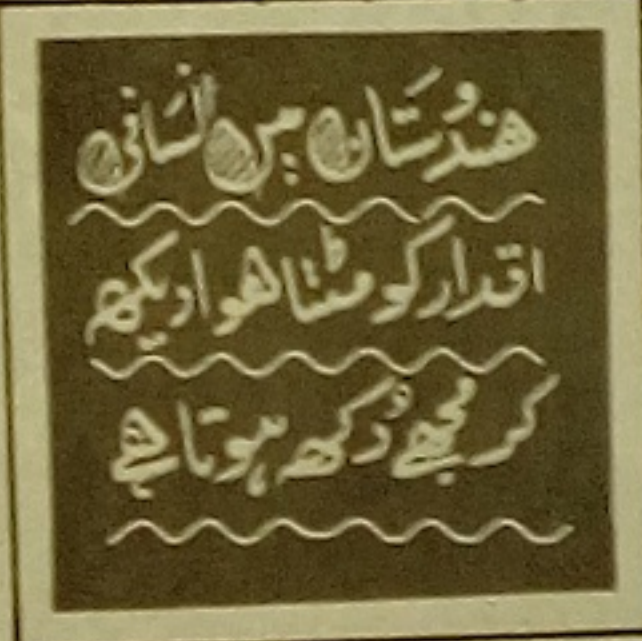
تبت کے لئے جمہوری آئین مرتب کیا تھا اس آئین میں یہ بات بالکل واضح طور پر کہی گئی ہے کہ مجلس قانون ساز کے دو تہائی ارکان دلائی لامہ کو ہٹا سکتے ہیں ، تبت میں بھی ۱۹۶۹ء میں اسی مقصد سے ایک کمیٹی بنا کر ہم نے کچھ اصلاحات کی ہیں سچ پوچھئے تو تبت کے لوگ جو کچھ بھی باہری دنیا میں واقع ہو رہا ہے ، اس سے بالکل ناواقف ہیں ۔

س : اگر دلائی لامہ کا سلسلہ جاری رہا تو اگلے دلائی لامہ کے انتخاب کے لئے آپ کیا طریق کار اختیار کریں گے ؟

ج : اب تک دلائی لامہ کا انتخاب (Re-incarnation) کے نظریئے کے مطابق ہوتا رہا ہے لیکن میرے خیال میں آئندہ اس کی بنیاد بزرگی ہونا چاہیئے ، آئندہ پوپ کی وفات کے بعد اس کے وارث کے انتخاب میں پوپ کے انتخاب کے رفتہ اصول کا استبداد بھی ممکن ہے ۔

س : کیا آپ پر امید ہیں کہ آپ کبھی لاسا واپس لوٹ سکیں گے ؟

ج : مجھے اس کا پورا یقین ہے لیکن میں لوٹنے کے بارے میں زیادہ فکرمند نہیں ہوں میں تو لوگوں کی خدمت کی ہی تمنا کرتا ہوں ، حقیقت میں لوگوں کی خدمت اور مدد کرنا ہی انسان کی عظیم خوبی ہے میرا تو مقصد ہی یہ ہے کہ لوگوں کے کام آسکوں ، تبت واپسی میرے لئے باعث مسرت ہوگی لیکن پہلے وہاں تبدیلی حالات ضروری ہے میرا خیال یہ ہے کہ میں تبت کی خدمت باہر رہ کر زیادہ صحیح ڈھنگ سے کر سکتا ہوں ، تبت کے شمال مغرب میں میرے پیدائشی گاؤں سے میرا تعلق ختم ہو چکا ہے اور اب وہ ایک چینی گاؤں میں تبدیل کر دیا گیا ۔

س : اگر بدلے ہوئے حالات آپ کو تبت لوٹنے کی اجازت دیتے ہیں تو وہاں آپ کس قسم کی حکومت کا اقتدار پسند کریں گے ؟

ج : اس میں ذرا سا بھی شبہ نہیں کہ میں جمہوری طرز حکومت پسند کرتا ہوں ۱۹۶۳ء سے ہم لوگ تبت سے باہر پناہ گزینوں کی حیثیت سے ٹھہرے ہوئے ہیں ہم نے ایک دستور مرتب کیا ہے جو جمہوریت پر انحصار کرتا ہے اور تبھی سے ہم لوگ اس پر عمل کر رہے ہیں ، اس دستور میں یہ بات واضح طور پر کہی گئی ہے کہ جمہوریت بدھ مذہب کے اصولوں کے عین مطابق ہے ، رہبانیت کا اصول بالکل جمہوری ہے اس اصول کے مطابق اجتماعی لیڈرشپ راہبوں کے اعمال کی راہنما ہے ، ساری طاقتوں کو ایک راہب میں نہیں ہونا چاہیئے مستقبل میں اگر موقع ملا تو ہم صرف اور صرف جمہوری حکومت قائم کریں گے ،

لیکن کسی حد تک ہمارے ذاتی اصولوں اور نظریات نے لامہ اور دوبارہ زندگی کے عقیدے کو مذاق کی شئے بنا کر رکھ دیا ہے ، بلاشبہ یہ صحیح نہیں ہے آپ نے ہندوستان میں پناہ گزین کی حیثیت سے ٹھہرنے کے وقت سے ہی میں نے اپنے لوگوں اور خاص طور سے راہبوں سے جمہوریت کی روایت کی اہمیت کی وکالت کی تھی ۔

س : کیا ہندوستان کے لوگوں کو آپ کوئی پیغام دینا پسند کریں گے ؟

ج : ہندوستان کئی نسلوں سے ہم کو فہم و علم کی روشنی دیتا رہا ہے اور موجودہ تبتی نسل کو اس سے رواداری اور ہمدردی کے جذبے سے

خدا کرے چین ارتقا پذیر اور پُر مسرت رہے

مدد اور پناہ دی ہے اسلئے ہم ہمیشہ ہندوستان کے احسان مند رہیں گے۔ ثقافتی نقطۂ نظر سے ہم ہندوستانی ثقافت کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور اسی نظریئے سے ہم چین کے مقابلے میں ہندوستانی تہذیب کے زیادہ قریب ہیں ۱۹۵۶ء میں بدھ جینتی کے موقع پر ہندوستان کے اپنے پہلے سفر کے دوران میں یہاں کے امن وآشتی کے ماحول سے بہت زیادہ متاثر ہوا جب میں ۱۹۵۹ء کے بعد یہاں پناہ حاصل کرنے کے لیے آیا تب بھی میں نے ہندوستان کو مقدس ملک پایا، لیکن مجھے اب اس بات کا بے حد افسوس ہوتا ہے کہ یہ سادھو سنتوں، دانش وروں اور عدم تشدد کا اعلان کرنے والوں کی سرزمین بدل رہی ہے یہاں کی انسانی اقدار کو مٹتا دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہوتا ہے، مختلف شعبہ ہائے زندگی کے ہندوستانیوں سے بات چیت کی بنیاد پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہندوستان میں دیہی عوام کی ترقی کیلئے تحریک کی ضرورت ہے، صرف بڑے شہروں کے تھوڑے سے تعلیمیافتہ اور دولتمند لوگ سارے ملک کی نمائندگی نہیں کرسکتے، اس لئے میں دیہی عوام کی ترقی کے لئے کسی نہ کسی انقلاب کی اپیل کرتا ہوں۔

س : چین کے لوگوں کے لئے آپ کا کیا پیغام ہے؟

ج : یہ میری دلی تمنا ہے کہ چینی عوام تبتیوں کی پریشانیوں کو محسوس کریں اور تبت کے مسئلے کے تئیں اخلاقی طور پر صحت مند اصول اختیار کریں۔ سبھی اس بات سے متفق ہیں کہ کھانا، کپڑا اور مکان سبھی کی بنیادی ضرورتیں ہیں مگر انسان کے لیے آزادی بھی بے حد ضروری ہے جس کو تبتیوں سے چھین لیا گیا ہے اب چینی لوگ تبت کی تاریخ کا مطالعہ کررہے ہیں جس میں کہیں بھی اس بات کا کوئی اشارہ نہیں ملتا کہ تبت کبھی چین کا حصہ رہا ہے اس میں شک نہیں کہ کچھ عرصہ تک تبت پر منگول اور مان چس (MANCHAS) کا اثر ورسوخ رہا لیکن دنیا کا کوئی بھی ملک مختلف شکلوں میں ایسے تاثرات سے ہمیشہ عاری نہیں رہا ہے، اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے ایسے دنیا کے بہت سے طاقتور ملکوں نے کمزور ملکوں کے ساتھ ایسا کیا ہے اور آج بھی کررہے ہیں، تبت کے لوگ کبھی بھی چین کا حصہ بننے کے لئے تیار نہیں ہوئے، تبت اور چین کے تعلقات پر میں دنیا کے غیر جانبدار ماہرین قانون کو تبادلۂ خیالات کی دعوت دیتا ہوں، خدا کرے کہ چین ارتقاپذیر اور پُرمسرت رہے لیکن کسی دوسرے ملک اور عوام کی آزادی کے استحصال کی قیمت پر نہیں بلکہ جیو اور جینے دو کے نظریئے پر عمل پیرا رہتے ہوئے۔

س : چین کے طلبہ کی تحریک کو آپ کس نظریئے سے دیکھتے ہیں؟

ج : بلاشبہ ان تبدیلیوں کا اثر پورے چینی سماج پر فیصلہ کن ہوگا اور طلبہ کی تحریک کے نتائج بڑے دور رس ہونگے، یہ ایک کھلا ہوا راز ہے کہ گذشتہ سال چین میں حیوانی طریقے سے طاقت کا استعمال کرکے طلبہ کی تحریک کو کچلا گیا ہے، لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ مظاہرے رائیگاں نہیں جائیں گے کیونکہ انہوں نے چینی سماج کے قلوب میں جو آج کی مہذب دنیا میں سانس لے رہا ہے اور اس مقبول تحریک سے متاثر ہے، آزادی کی شمع روشن کی ہے، طلبہ اور ان کے حامیوں کے حوصلے اور استقلال نے نام نہاد عظیم چینی حکومت کا حقیقی چہرہ اپنے رہنماؤں کو دکھلایا ہے ـــ

س : آپ کے خیال میں سیاست میں مذہب کا کردار کیا ہے؟ اور مذہب کے سیاسی استحصال کو آپ کس نظریئے سے دیکھتے ہیں؟

ج : میری رائے میں مذہب سیاست میں بہت اہم رول ادا کرتا ہے لیکن ہمیں مذہب اور مذہبی دستور میں فرق کرنا ہوگا، مذہبی دستور کو سیاست سے الگ ہی رکھا جانا چاہیئے لیکن مذہب کے سچے نصب العین کو سیاست میں ضرور شامل رکھنا چاہیئے، غلیظ سیاست غلیظ سیاسئین کی تخلیق ہے، صاف ستھری سیاست سائنین سے ایمان داری و اخلاق جیسے روحانی اوصاف کی تمنا کرتی ہے، ان اوصاف کی غیر موجودگی میں سیاست آلودہ ہوجانے کے لیے مجبور ہوجاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ میں یہ مانتا ہوں کہ مذہب کا کردار سیاست میں بہت ہی اہم ہے، سیاست تو سماجی خدمت کا بے حد موثر ہتھیار ہے، میری مذہبی رہنماؤں سے استدعا ہے کہ وہ سیاست کو سماجی استحصال کے غلیظ کھیل سے بچانے کے لیے اور زیادہ توجہ دیں۔

مذہب کے سچے نصب العین کو سیاست میں ضرور شامل رکھنا چاہیے

س : کیا آپ مختلف مذہبی فرقوں میں ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے اصلاح کے سلسلے میں کوئی مشورہ دیں گے؟

ج : جہاں تک مقصد غرض وغایت کا تعلق ہے مذہبی فرقوں میں کوئی باہمی جھگڑے نہیں ہیں سبھی مذہبی فرقوں کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے ان لوگوں میں مطابقت اور ہم آہنگی پیدا کرنا جن کے ذہنی حالات مختلف ہیں، اس مقصد کے حصول کے لئے کوئی مذہب صرف اپنے بل پر کامیاب نہیں ہوسکتا اسی لئے لوگ الگ الگ مذاہب کی تقلید کرتے ہیں لیکن سبھی مذاہب کی منزل ایک ہی ہے انسان کو حقیقی معنوں میں انسان بنانا مختلف فلسفوں کے ہوتے ہوئے بھی سبھی مذہب، محبت، رحم، تحمل بردباری اور درگزر کی تعلیم دیتے ہیں، تمام مذاہب میں یہی ایک بات ہے، مختلف مذاہب کے سنجیدہ مطالعے سے ان کی مذہبی اقدار اور وہ وجوہات جن سے مختلف فلسفے مروج ہوئے، بالکل واضح ہوجاتے ہیں اس سے ہر مذہب کے احترام کا صادق جذبہ پیدا ہوتا ہے، ہر مذہب کی اپنی خاصیت ہوتی ہے اسی لئے اسے سمجھنے کے لئے سنجیدہ مطالعہ بے حد ضروری ہے۔

س : کیا آپ امید کرتے ہیں کہ باہمی میل جول کے ذریعے مختلف مذہب ایکدوسرے کے زیادہ قریب آسکتے ہیں؟

ج : مجھے یہ امید ہی نہیں بلکہ یقین بھی ہے کہ سارے مذہب ایک دوسرے کو سمجھنے سے زیادہ

[illegible] محبت، رحم [illegible] [illegible] مقصد ایک ہی ہے۔ [illegible]

کے اصول اور [illegible] بات ہے کہ [illegible] بہت سے بدھ مذہب کے پیروکار [illegible] ان دونوں کے بیچ تعلقات کا [illegible] آپ [illegible] حقیقی اشتراکیت کے اندر بھی [illegible] اصول لوگوں کے لئے سود مند ہوں گے، علاوہ ازیں اب [illegible] یہ بات زیادہ واضح ہوتی جا رہی ہے کہ [illegible] ملکوں کے لئے اشتراکیت [illegible] ہے، کیونکہ اشتراکیت رحم کی بجائے نفرت پر بنیاد رکھتی ہے اور اشتراکی ملکوں سے باہمی یقین اور انسانی اقدار رخصت ہو گئی ہیں، ایسے حالات میں رحم اور محبت کے پیغام سے بدھ مذہب اشتراکیت کی اصلاح کرنے میں بڑی مدد کر سکتا ہے۔

س : جیسا کہ آپ نے ابتدا میں کہا کہ آپ خود کو نصف مارکسٹ سمجھتے ہیں اور اب آپ نے کہا کہ اشتراکی ممالک کا عمل اور عقیدہ باہمی اور انسانی اقدار کے منافی ہے تو کیا آپ آئندہ کسی ایسی سوسائٹی کا خواب دیکھتے ہیں جہاں اشتراکیت اور بدھ مذہب یکجا ہو سکیں کیونکہ اگر تبت آزاد ہو جاتا ہے تو یہ یکجہتی پیدا ہو سکتی ہے؟

ج : جی ہاں اشتراکیت کے زیر تسلط ایشیائی ملکوں میں ایسا ہونا ممکن ہے، ان ملکوں میں بدھ مذہب کے قدیم آثار ہیں اور میرے خیال میں بدھ مذہب اور اشتراکیت میں باہمی گفتگو بے حد سود مند ہوگی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اشتراکیت برق رفتاری سے ناکامی کی طرف بھاگ رہی ہے اور اس کے حامی اپنی توانائی کو تخلیقی کاموں کی بجائے تخریبی کاموں میں زیادہ صرف کر رہے ہیں، وہ شوہر اور بیوی، باپ اور بیٹے جیسے مقدس رشتوں میں یقین اور اعتماد کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور یہی اشتراکیت کی بڑی ناکامی ہے، اب

یہ بات بالکل واضح ہو چکی ہے کہ طاقت کے استعمال سے اشتراکیت یا مارکسزم پیدا نہیں کیا جا سکتا ہے اور تاریخ کا رخ پیچھے کی طرف موڑا جا سکتا ہے۔ حقیقی اشتراکیت کی عمارت تو عام لوگوں کے نا شہ کے لئے دوسروں کی بھلائی اور باہمی مفاہمت کی بنیاد پر ہی کھڑی کی جا سکتی ہے مگر بد قسمتی سے یہ کام بندوق سے کیا گیا جب کہ بندوق یہ کام نہیں کر سکتی چین اسکی جیتی جاگتی مثال ہے۔ اس کے سارے ظلم اور ساری طاقت چین میں حقیقی اشتراکیت لانے میں ناکام ہو گئے ہیں اور ذرا سی بھی آزادی بدنظمی کو جنم دے رہی ہے، اس لئے یہ بے حد ضروری ہو جاتا ہے کہ مہاتما بدھ دھرم کی ایثار اور بے غرضی کی تعلیمات کی تشہیر کو محبت اور استدلال سے کیا جائے نہ کہ طاقت کے استعمال سے۔ اس سے چین میں مثالی اشتراکیت کا وجود ضرور عمل میں آ جائے گا۔

س : کیا آپ بدھ مذہب اور سائنس پر اپنے خیالات کا اظہار پسند فرمائیں گے؟

ج : جہاں تک میرے مشاہدے کی بات ہے مذہب کا سائنس کے میدان میں علم کائنات طبیعات اور نفسیات سے بہت کچھ تعلق ہے، بدھ مذہب کی کتابیں اور ان کی شرح سائنس کے عین مطابق ہے اس سلسلے کے عالموں سے میری ان مضامین پر گفتگو

اشتراکیت برق رفتاری سے ناکامی کی طرف دوڑ رہی ہے

بھی ہوتی رہتی ہیں ہمیشہ نئی ایجادات کو جاننے میں دلچسپی رکھتا ہوں۔ سائنسدان بھی یہ کہتے ہیں کہ بدھ مذہب میں بھی ایجادات کے مواقع ہیں خاص طور سے اشیاء اور دماغ کے متعلق۔ بدھ مذہب مشرقی فلسفے اور مغربی ایجادات کا سنگم ہے۔ سائنس کا مقصد مادہ اور شعور کی مرکزیت ہے، جبکہ علم بدھ فلسفے اور خاص طور سے مہایام بدھ مذہب کا مقصد وضاحت اور تجزیہ کرنا ہے۔

س : کیا آپ یہ بتانے کی زحمت کریں گے کہ آپ اور آپ کے پیشرو دلائی لاماؤں اور رحم کے بودھیستوا اولوکیتیشور کے بیچ کیا تعلق ہے؟

ج : پہلی بات تو یہ ہے کہ بدھ مذہب کے ماننے والے دوبارہ زندگی پر یقین رکھتے ہیں اور اس کی وجہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہستیوں کی موجودہ زندگی گزشتہ زندگیوں کی زنجیر کی ایک کڑی ہے، دوبارہ پیدا ہونے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنی گزشتہ پیدائش کا وقت اور مقام کا تعین کر دیتے ہیں، دلائی لاماؤں کے بارے میں ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اولوکیتیشور سے متبرک وہ انہی کے اوتار ہوتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ بھی دلائی لاماؤں کو اس حقیقت کا علم تھا، بہت سے لوگ اولوکیتیشور کی دعا حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن صرف وہی لوگ جن میں روحانیت کا غیر معمولی وصف ہوتا ہے، اولوکیتیشور کا تبرک اور دعا حاصل کر سکتے ہیں۔

س : گورکھ ناتھ کے مہنت جو بی جے پی پارٹی کے معزز رکن بھی ہیں، نے مہاتما بدھ کی مذمت ان کے تحمل کی تعلیم کیلئے کی ہے کیونکہ انکے بیان کے مطابق اس تعلیم نے لوگوں کو کمزور اور بزدل بنا دیا ہے، اس پر آپ کا کیا ردِ عمل ہے؟

ج : میں یہ نہیں کہتا کہ ایسے بیان صحیح ہو سکتے ہیں مگر ان پر بحث گفتگو اور مذاکرہ ضرور کرنا چاہیں گے میں دیکھتا ہوں دنیا کے بیشتر حصے فساد، قتل و غارتگری تشدد اور انقطاع کے مسائل سے دوچار ہیں، علیحدگی پسندی اس دور کا وبائی مرض ہے، بدھ مذہب کے آنے سے پہلے یہ مرض منگولیا میں پنپا تھا، اب پوری دنیا تشدد پسندانہ ہوتی جا رہی ہے یہ فرد جتنا زیادہ علیحدگی پسندی میں کامیاب ہوا ہے اتنا ہی زیادہ رحم کے جذبات سے دور ہوتا گیا ہے، میرے کہنے کا مطلب ہے اور میرا عقیدہ یہ ہے کہ رحم جارحیت کے مقابلے میں کہیں زیادہ اہم ہے۔

●●

تحریر: رضوان صدیقی

آسمان سے پیرس تک

کونسا جیولری بکس
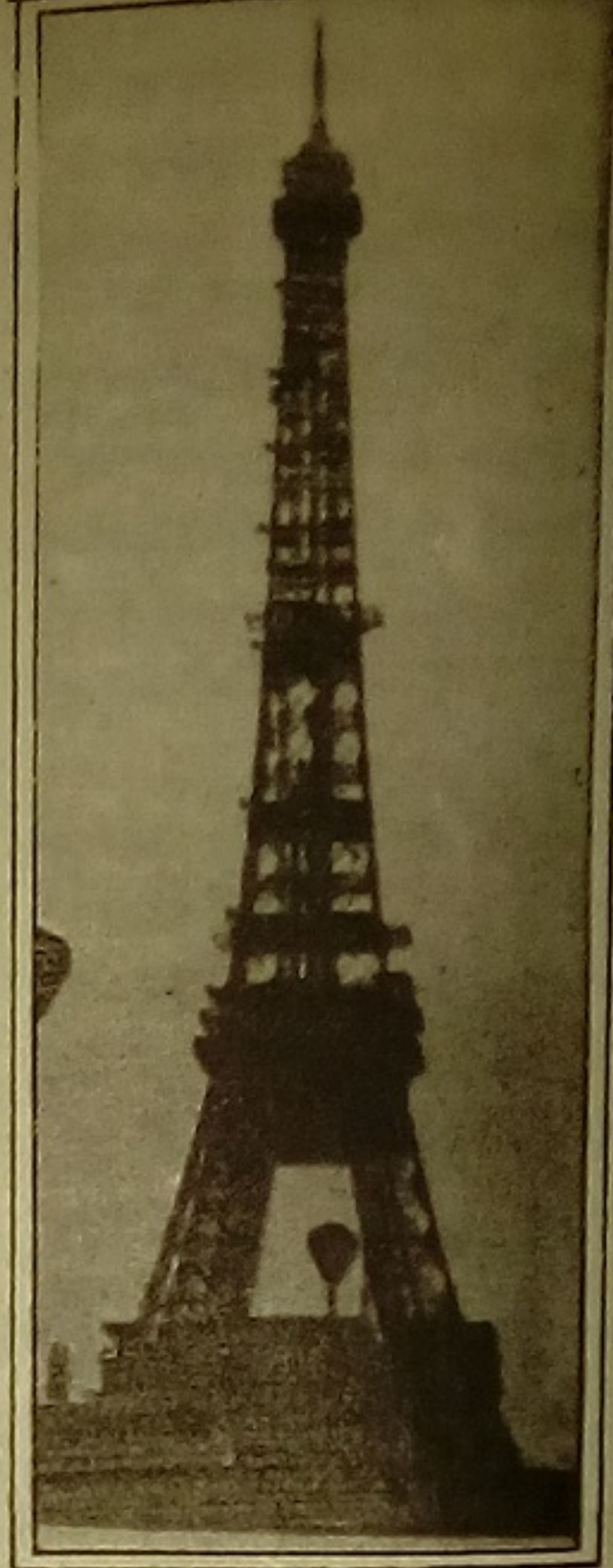
ارے وہی جو الفی سے خریدا تھا شیشم کی لکڑی کا......

...... وہ تو کراچی ائیرپورٹ پر مون کو واپس کر دیا تھا۔

"...... کیا"

اور کیا یاد نہیں آپ کو اپنی کیس میں رکھنے کی کتنی کوشش کی تھی مگر جیولری بکس کا کونہ باہر جھانک رہا تھا بیگم نے تفصیل بتائی...... اور اسلم نے کہا تھا کہ اس جیولری بکس کی وجہ سے آپ لوگوں کا سوٹ کیس پھٹ جائے گا۔

ہوں...... جیسے غبارے سے ہوا نکل گئی ہو۔

ہاں میاں بولو...... طاہر چچا نے گوروں کی حمایت میں طویل تقریر شروع کر دی۔ دل ہی دل میں ان لوگوں پر بڑا غصہ آیا...... کم بختوں نے ایک کاغذ کا پرزہ بھی تو نہیں اڑایا...... وہ ایک چھوٹی موٹی چیزیں نکال لیتے تو کم از کم ہماری غربت کا بھرم تو رہ جاتا...... اور پاکستان جا کر ان کی دیانتداری پر لب کشائی کا کوئی تو موقع تو مل جاتا...... اب جس کو یہ قصہ سنائیں گے وہ ہنسی بکے گا کہ تمہارے سوٹ کیس میں کوئی قیمتی چیز ہوتی تو وہ نکالتے...... شلوار قمیص اور ہنڈی کو لے کر وہ کیا کرتے اور وہ بھی پرانے...... یہ لوگ تو مشہور ہے کہ ایک بار اپنے پہنے کپڑے دوبارہ نہیں پہنتے عجیب دکھ سا ہوا...... گوروں کی امانتداری کچھ پسند نہیں آئی۔

وہ سارا دن یونہی گزرتا محسوس ہو رہا تھا کیونکہ منظر ابھی تیار نہیں ہوا تھا...... آج بھی سردی تھی لیکن رات برفباری نہیں ہوئی تھی...... میں نے اس دوران طاہر چچا سے پوچھا یہاں قریب کہیں اردو کا کوئی اخبار مل سکتا ہے۔

ہاں جنگ لندن مل جائے گا...... سامنے ہی مارکیٹ ہے وہاں پر ایک بک اسٹال ہے۔ میں نے ہمت پکڑی...... اوور کوٹ پہنا اور باہر نکل کھڑا ہوا...... اچھا موسم تھا گھڑی کے حساب سے سورج نکل چکا تھا...... گھر کے باہر ہی ایک چھوٹا سا پارک تھا۔ جابجا کولڈ ڈرنکس کے پیپر کپس خالی پڑے تھے۔ کہیں کہیں طرح طرح کے سگریٹ کے پیکٹ بھی بکھرے ہوئے تھے...... سڑک البتہ صاف تھی...... پارک ختم ہوا تو سامنے دو رویہ سڑک نظر آئی یہ علاقہ CANNING TOWN کہلاتا ہے۔ بالکل سامنے ایک ڈیپارٹمنٹل اسٹور تھا...... سڑک مصروف تھی...... اور تیزی کے ساتھ ٹریفک گزر رہا تھا...... میں کچھ دیر تو سڑک کے کنارے کھڑا رہا اور پھر ہمت کر کے سڑک پار کرنے کی کوشش کی...... ابھی دو تین ہی قدم چلا تھا کہ ایک کار نے بڑی تیزی کے ساتھ بریک لگائے...... میں شرمندہ سا ہو کر واپس پلٹنے لگا کہ ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے اشارہ دیا کہ میں پہلے سڑک پار کر لوں...... میں نے دوڑ کر سڑک پار کی بڑا متاثر ہوا...... کس قدر ٹھنڈی طبیعت کے لوگ ہیں میرے سامنے کمرشل ایریا تھا دکانوں کی قطاریں تھیں...... روزمرہ کے استعمال کی چیزیں...... ایک دکان دیکھی یقیناً کسی قصاب کی دکان تھی مگر شیشے کے پیچھے شو کیسز میں مختلف طرح کا گوشت ٹرانسپیرنٹ میں پیک تھا...... کسی پیکٹ میں کلیجی پیک کی گئی تھی کسی میں ٹانگیں پیک تھیں دل اور پھیپھڑے بھی تھے۔ بعض پیکٹ میں گوشت کے پارچے تھے۔ مختلف سائز میں جو چاہے خرید لو۔

بولو جی تم کیا کیا خریدو گے۔

قصائی نے مجھ سے بھی بہتر کپڑے پہنے ہوئے تھے اور کاؤنٹر پر کھڑا تھا۔ مکھی کی بھنبھناہٹ نہ بلیوں کا شور...... نہ آس پاس چیچھڑے نظر آئے اور نہ بار بار کتے کو ہشکارنے کی ضرورت پڑی...... نہ چھری نہ بگدا...... میں دکان کے قریب گیا تو قصائی نے کچھ انگریزی میں کہا۔ میں آگے بڑھ گیا...... لو بھئی یہاں تو قصائی بھی انگریزی بول رہا ہے۔ دکانوں کے سامنے جو کشادہ جگہ تھی اس پر قطار سے ٹھیلے لگے

> وہ چھوٹی موٹی
> چیزیں نکال لیتے
> تو ہماری غربت کا
> بھرم رہ جاتا

ہوئے تھے مگر ہمارے یہاں کے ٹھیلوں سے مختلف...... چند قدم آگے بڑھا تو ایک "بک اسٹال" پر نظر پڑی...... کاؤنٹر پر ایک صاحب کھڑے تھے...... "شکل و صورت سے ایشیائی لگتے تھے...... جنگ اخبار کا معلوم کرنے کیلئے پہلے سے انگریزی میں مکالمہ تیار کر لیا تھا ابھی میں نے دو تین جملے ہی کہے تھے کہ دکاندار اردو میں بولا......

وہ سامنے "جنگ" رکھا ہے۔

میں چونک پڑا اس کے لہجے میں اپنائیت کی بو آئی۔

آپ پاکستانی ہیں۔

ہاں بابا......

کہاں سے تعلق ہے۔

سندھ سے۔

یہ سن کر دل باغ باغ ہو گیا اور سندھی میں اس سے باتیں شروع کر دیں۔ طاہر چچا کو وہ جانتا تھا...... اس نے بتایا کہ ہر اتوار کو جنگ کراچی ان کے گھر جاتا ہے۔

میں نے شوکیس میں سجی ہوئی کتابوں اور رسائل کا جائزہ لینا شروع کیا۔ دو تین رسالے اٹھا کر ورق گردانی شروع کی...... لاحول ولا قوۃ...... تصویریں جو دیکھیں تو کنپٹی گرم محسوس ہونے لگی...... فوراً...... رسالہ رکھ دیا...... دل میں خیال آیا کہ یہ سندھی بھائی کیا سوچے گا کہ کن رسالوں میں دلچسپی

> یہ سن کر دل باغ باغ ہو گیا۔
> اور سندھی میں اس سے باتیں شروع کر دیں

لے رہا ہوں۔ فوراً ٹکٹ خریدا...... اور باہر نکل آیا...... چند دکانوں کو اور دیکھا...... آس پاس رنگ برنگے کپڑوں میں ملبوس بھانت بھانت کے لوگ خریداری میں مصروف تھے...... مردوں کی تعداد کم تھی کہ فروخت کرنے والی زیادہ تر لڑکیاں تھیں اور خریداروں میں بوڑھی عورتوں کی تعداد زیادہ تھی...... کم و بیش تمام خریداروں کے ہاتھوں میں ٹرالی تھی...... بعض ٹرالیوں میں بچے تھے۔ گھر واپس آ گیا...... اب تک مظہر تیار ہو چکا تھا کھانے کا انتظار کرتے تو اور دیر ہو جاتی اس لئے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ مظہر نے سب سے پہلے اسی بک اسٹال سے تین ٹکٹ خریدے...... یہ ون ڈے ٹکٹ تھا اور قیمت اس کی ایک پوائنڈ اور ستر شلنگ تھی پاکستانی روپوں میں ضرب دیا تھا تو پتہ چلا کہ پینتالیس روپے کا ٹکٹ ہے...... اس قدر مہنگائی...... اگر یوں لندن دیکھا گیا تو دو چار دن میں ہم تو صرف ہو جائیں گے...... اب مظہر نے بتایا کہ اس ٹکٹ کے ذریعہ آپ تمام دن کسی بھی متعلقہ بس یا ٹیوب سے سفر کر سکتے ہیں واہ کیا اچھا انتظام ہے ایک بار ٹکٹ لے لیا اور دن بھر جہاں چاہو سفر کرو۔ بار بار قطار میں کھڑے ہونے کی ضرورت نہیں مظہر نے مزید بتایا کہ یہاں ہفتہ اور مہینے کے بھی ٹکٹ ملتے ہیں...... لیکن اگر کسی کو ایک اسٹاپ سے دوسرے اسٹاپ تک جانا ہو تب بھی وہ اتنا ہی مہنگا ٹکٹ خریدے گا۔ ہر حال یا اسٹیشن کے علیحدہ علیحدہ ٹکٹ ہیں آپ کم از کم تیس پنس 30P کا بھی ٹکٹ خرید سکتے ہیں...... اتنے میں بس آ گئی...... ڈبل ڈیکر بس عرصہ بعد دیکھی...... کبھی ہم چھوٹے تھے تو کراچی میں ڈبل ڈیکر بس میں سفر کیا تھا۔ مگر یہاں کی بسیں بہت خوبصورت اور آرام دہ...... آگے کا دروازہ چڑھنے والوں کیلئے اور پیچھے کا دروازہ اترنے والوں کیلئے ——

میں شرمندہ سا ہو کر واپس پلٹنے لگا کہ ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے اشارہ دیا کہ میں پہلے سڑک پار کر لوں

یوں بھی یہ دروازے خودکار ہوتے ہیں اس لئے لٹک کر سفر کرنے کا مزہ ان بسوں میں کہاں...... اکثر بسوں میں کنڈکٹر نہیں ہوتا...... یہ ذمہ داری ڈرائیور ہی ادا کرتا ہے ڈرائیونگ سیٹ کے قریب ایک مشین لگی ہے...... آپ اس میں پیسے ڈال دیں ٹکٹ خود بخود باہر آ جائے گا...... اور جن لوگوں کے پاس ٹکٹ ہوتے ہیں انہیں ڈرائیور دیکھتا ہے اور بس......

بے حد آرام دہ نشستیں‘ درمیان میں کھڑے ہونے کی جگہ...... کچھ جگہ خالی تھی مگر ہم شوق میں سیڑھیاں چڑھ کر اوپر کی منزل میں چلے گئے...... مزہ آیا...... خراماں خراماں چلتی ہوئی بس آپ آرام سے دونوں طرف کی عمارتیں‘ دکانیں اور ان کے سائن بورڈ پڑھتے چلے جائیں یہ بسیں اپنے مقررہ اسٹاپ پر رکتی ہیں اور وہاں مسافروں کی رہنمائی کیلئے روٹ نمبر اور اس کی تفصیل درج ہے یہ سب اچھا لگا مگر ہمارے کراچی کا مزہ کہاں...... جہاں بس کو ہاتھ دیا رکوا لیا جہاں گھر آیا...... زور سے ایک تھپڑ بس کی باڈی پر مارا اور اتر پڑے ادھر دل بہلانے کیلئے ریکارڈنگ ہو رہی ہے اور کنڈکٹر کی آوازیں الگ نغمے کو ملا رہی ہیں، جانے دو...... روک کے استاد...... لیاقت آباد‘، تین ہٹی گرومندر‘ بندر روڈ‘ ٹاور...... جانے دو...... او بھائی چشمو اڑے اترو نا...... باپ کا بس سمجھا ہوا ہے...... آگے چلو اڑے سنتا نہیں ہے کیا...... مگر لندن میں یہ سب کہاں...... بس خاموشی...... سب اپنے اپنے منہ کے سامنے اخبار یا رسالہ تھامے ہوئے ہیں ہاں نوجوان کے کانوں میں ایئر فون لگے ہوتے ہیں اور واک مین وہ موسیقی کا مزہ لے رہے ہیں۔ تمام مسافر اوڑھے لپٹے بیٹھے ہیں کراچی سے چلے تھے تو بڑا شور سنا تھا کہ وہاں عریانی بہت ہے عورتیں تو برائے نام لباس پہنتی ہیں...... بازو ننگے پنڈلیاں ننگی...... گھر اور پیٹ بھی چاہو تو دیکھ لو ——

—— پھر خیال آیا کہ اس سردی میں کون باریک کپڑے پہنے گا یوں بھی اللہ تعالیٰ کو ہمیں گناہوں سے بچانا مقصود تھا کہ فروری کے مہینے میں چالیس سال بعد لندن میں اس قدر برف پڑی تھی سنا کہ آدھے لوگ تو گھروں سے نکل نہیں رہے ہیں...... اور سیاحوں نے اپنے پروگرام تبدیل کر دیے ہیں...... مظہر کے اشارے پر ایک جگہ ہم بس سے اتر پڑے ہماری منزل "مادام تساو" تھی۔

●●

بقیہ: نقد و نظر

ایم آر ڈی (جواب مرحوم ہے) سے وابستگی جماعتوں میں سب سے زیادہ با وقت جماعت جمعیت علمائے پاکستان ہے جس کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی ہیں۔ میں نے مولانا نورانی صاحب سے زیادہ مہذب اور شریف عالم دین سیاستداں نہیں دیکھا اس بیان سے دیگر علماء کی تحقیر ہرگز نہیں ہے صرف مولانا نورانی کے متعلق اپنے ذاتی احساسات کا ذکر ہے (صفحہ ۵۶)

غالباً اسی وجہ سے طویل استقبال ام کیو ایم، حضرت قائد اہلسنت پر گولیوں کی بارش ہو رہی ہے کیونکہ شرافت و شائستگی ایم کیو ایم کے پاس سے بھی ہو کر نہیں گذری۔ اسلام پائندہ باد۔ قائد اہلسنت زندہ باد۔

بقیہ: کالم ساحل

نسل اور علاقوں کی بنیاد پر قومیتوں میں بٹ چکے ہیں درس جہاد بھول گئے مادہ پرستی نے اس انتہا کو پہنچایا کہ ہر شخص کا روگ دولت کا دیوانہ ہو گیا اور حلال و حرام کی تمیز بھلا بیٹھا، دھن دولت اور دھاندلی نئی نسل کی پہچان بن گیا، ہیروئن، کلاشنکوف کیساتھ ساتھ ہندو کلچر نے رنگ جمانا شروع کیا اور آج پاکستان کا بال بال زخمی ہے، سندھ کے تعلیمی اداروں میں ہندو استاد وہی کردار ادا کر رہا ہے جو مشرقی پاکستان میں آج سے بیس سال پہلے کیا گیا تھا یہ سارا اسی سیکولر نظام تعلیم کا کیا دھرا ہے جس کی بنیاد انگریز لارڈ میکالے نے رکھی تھی۔

افسوس ہے کہ آج بعض مولوی حضرات لوگوں کو سینما گھروں وی سی آر ویڈیو گیمز سینٹروں، جوا بازیوں شراب نوشیوں، بدکاریوں اور دیگر تباہ کاریوں سے روکنے کی بجائے زیارتوں، دعاؤں، اسقاطوں، خیرات وصدقات اور دیگر اعمال صالحہ سے منع کرتے ہیں کبھی کہتے ہیں جس نے کسی ولی کی زیارت کی یا اس کی کرامت پر اعتقاد کیا، یا اسکو اللہ کی طرف وسیلہ بنایا، اسکی خاطر سوال کیا وہ مشرک اور کافر ہو گیا نعوذ باللہ کبھی کہتے ہیں کہ جس نے نماز کے بعد دعا کی میت کے پیچھے اسقاط یا خیرات وصدقات کر دی یا جنازہ کے بعد دعا کی یا ختم قرآن پر پیسے لئے یا قضاء عمری کی نماز پڑھی تو وہ بدعتی ہو گیا (العیاذ باللہ) انہی مولویوں نے ان نیک مبارک اعمال کرنے پر ملک میں خود قتل و غارت کا بازار گرم کر رکھا ہے اور خود ہی اہلسنت کے معتقد علماء کرام کو قتل کر ڈالتے ہیں اور ان کا سرغنہ مشہور ڈاکو اور سفاک قاتل رستم ضلع مردان میں شیخ القرآن کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔

"چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی"

اگر ہم پاک وطن کی آزادی اور استحکام چاہتے ہیں، اگر نئی نسل کی بھلائی کے خواہشمند ہیں تو ایک ہی راستہ ہے کہ قوم ایک مرتبہ پھر اپنا بھولا ہوا سبق یاد کرے اپنا نظام تعلیم فوری طور پر قرآن و سنت کی روشنی میں مرتب کیا جائے نئی نسل کو قرآن مجید اور سیرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی جائے اس میں ہمارا تحفظ ہے اور اسی میں امت کی بقا ورنہ ہماری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں۔

●●

تونسہ شریف کے حجاج کرام کا

مدینہ منورہ میں المناک حادثہ

رپورٹ: خلیفہ غلام اللہ بخش محمدی تونسوی

تونسہ شریف سے ۲۹ مئی کو روانہ ہونے والے حجاج کرام کا قافلہ جو کہ ۳۱ مئی کو جدہ شریف پہنچا۔ جدہ سے مکہ مکرمہ عمرہ کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں چالیس نمازیں ادا کرنے کے بعد ۱۲ جون بروز منگل رات کے دو بجے مدینہ منورہ سے ۲۰۸ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک المناک حادثہ سے دوچار ہوا جس میں ۱۲ حاجی جاں بحق اور تقریباً ۱۹ حاجی زخمی ہو گئے۔ یہ حادثہ ٹرالر اور بس کے ٹکرانے سے وقوع پذیر ہوا۔ جاں بحق ہونے والوں میں سے اکثریت کا تعلق تونسہ شریف کے دربار حضرت خواجہ شاہ سلیمانؒ کے خلفاء سے تھا۔ تفصیل درج ذیل ہے:-

۱:- اہلیہ خلیفہ محمد فاضل خادم دربار سلیمانیہ تونسہ شریف۔

۲:- اہلیہ خلیفہ نور احمد۔ مالک خلیفہ کتاب گھر تونسہ شریف۔

۳:- خلیفہ غلام مدنی، اہلیہ غلام مدنی اور اہلیہ خلیفہ احمد، مالک خلیفہ میڈیکل ہاؤس۔ تونسہ شریف۔

۴:- محمد بشیر خوجہ اور اہلیہ محمد بشیر۔ مالک منیر میڈیکل سٹور۔ تونسہ شریف۔

۵:- شیخ محمد شریف جیبانی المشہور شریف حلوائی

۶:- محمد جلیل اور اہلیہ محمد جلیل مالک اتحاد الیکٹرک۔ تونسہ شریف۔

زخمیوں میں خلیفہ محمد فاضل جو دربار عالیہ سلیمانیہ کے خادم ہیں اور خلیفہ محمد یار محمدی جو تونسہ کتاب گھر تونسہ شریف کے مالک، جمعیت العلمائے پاکستان کے [illegible] پریس کلب کے نائب صدر اور "احوال" کراچی [illegible] ہیں۔

غائبانہ نماز جنازہ اور قل خوانی

۱۴ جون بروز جمعرات مرکزی عیدگاہ محمودیہ واقع اللہ بخش آباد میں تمام شہداء کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی جہاں ہر آنکھ اشکبار تھی۔ اگلے دن بروز جمعہ تمام شہداء کی قل خوانی ہوئی تمام کاروباری مراکز حادثہ کے سوگ میں بند رہے لہٰذا شہر سنسان نظر آرہا تھا۔

اظہار تعزیت

شہداء کے لواحقین سے تونسہ شریف کی مختلف تنظیموں اور سرکردہ راہنماؤں نے اظہار تعزیت کیا جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:-

۱:- خواجہ کمال الدین انور صاحب ایم این اے

۲:- خواجہ حافظ محمد داؤد صاحب ایم پی اے

۳:- جناب ڈپٹی کمشنر صاحب ڈیرہ غازی خان

۴:- اسسٹنٹ کمشنر صاحب تونسہ شریف

۵:- خواجہ عبدالمنان صاحب سینئر نائب صدر جمعیت علمائے پاکستان۔

۶:- خواجہ عبدالمطلب صاحب چیئرمین بلدیہ تونسہ شریف

۷:- مولوی محمد ابراہیم نظامی ضلعی نائب صدر جمعیت علمائے پاکستان۔

۸:- مولوی عبدالعزیز قطبی ناظم جمعیت علمائے پاکستان

۹:- جناب محمد اسحاق ناظم انجمن طلبائے اسلام

۱۰:- کمرشل کالج و ڈگری کالج کے نمائندگان

دعائے صحت کی اپیل

جمعیت علمائے پاکستان، جماعت اہل سنت اور انجمن طلبائے اسلام کے راہنماؤں اور کارکنوں نے زخمی ہونے والے عازمین حج کے لئے تمام مسلمانوں سے دعائے صحت کی اپیل کی کہ اللہ تعالیٰ زخمیوں کو شفائے کاملہ عطا فرمائے۔ (آمین)

حکومت پاکستان کی بروقت رپورٹ اور صدر اور وزیر اعظم کا اظہار ہمدردی

حکومت پاکستان نے بروز بدھ ۱۳ جون کو ۹ بجے کی خبروں میں تمام جاں بحق ہونے والوں اور زخمیوں کی تفصیل خبر دے کر ان تمام ورثاء کو پریشانی سے بچا لیا جن کے عزیز و اقارب حج کرنے گئے ہوئے تھے اس سانحۂ ناگہانی پر صدر پاکستان اور وزیر اعظم پاکستان نے لواحقین سے اظہار ہمدردی کیا اور پسماندگان کو ۳۰ ہزار روپے فی کس امداد کا اعلان کیا۔

مقامی انتظامیہ کا تعاون

مقامی انتظامیہ جناب اسسٹنٹ کمشنر تونسہ شریف نے زخمیوں کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کے سلسلے میں ہر ممکن تعاون کیا جس سے پسماندگان کو تسلی ہوئی۔

صدر اور وزیر اعظم پاکستان نے لواحقین سے اظہارِ ہمدردی کرتے ہوئے پسماندگان کو ۳۰ ہزار روپے فی کس بطور امداد ادا کرنے کا اعلان کیا

حج و اوقاف کی وزارت

"حج" کو سیزن سمجھ کر خوب لوٹ مار کرتی ہے

اسلام آباد کے سیاسی دست شناسوں کے مطابق پاکستان اپنی تاریخ کے نازک ترین دور سے گذر رہا ہے بھارت نے اپنی تمام تر توجہ باب الاسلام سندھ پر مرکوز کر کے پاکستان کو ایسی کٹھن بھول بھلیوں میں دھکیل رکھا ہے کہ اب مقبوضہ کشمیر کی تحریک آزادی کی بجائے ملک کی اندرونی صورتحال کی فکر دامن گیر ہو گئی ہے ہندو بنیئے نے کشمیر میں تحریک حریت کو پاؤں تلے کچلنے کے لئے سندھ میں اپنی کاروائیاں تیز تر کر دی ہیں جس کے سبب پاکستان کی تین ڈویژن فوج کو جسے مشرقی سرحد پر تعینات کیا جانا تھا۔ اسے کراچی حیدر آباد سکھر اور لاڑکانہ کی صورتحال بہتر بنانے پر متعین کر دیا گیا بھارت کی کوشش ہے کہ وہ مشرقی پاکستان کا کھیل سندھ میں کھیل جائے۔ وہ موقع کی تاک میں ہے۔ کیونکہ سرزمین شاہ لطیف میں مسلمان مسلمان کا گلا گھونٹ کر خوشی و راحت محسوس کر رہا ہے بھارت کی ہدایت پر راجستھان منتقل ہونے والوں کو بھارت نواز رہا ہے جبکہ سندھ میں ایسے پاکستانی مسلمانوں کو جبری ہجرت پر مجبور کر دیا گیا جنہوں نے تمام پاکستان استحکام پاکستان اور خوشحالی سندھ کے لئے اپنا خون پسینہ ایک کیا، سندھ میں جنرل ضیاء کے ہاتھوں بویا گیا زہریلا بیج آج پک چکا ہے نفرت و تعصب کی قد آور فصل نے قومی سیاستدانوں کو بے بس کر دیا ہے اور حالات اب اس نہج پر پہنچ چکے ہیں کہ کراچی حیدر آباد اور اندرون سندھ سے ہزاروں افراد کی مسلمانوں کے ہاتھوں تنگ آ کر نقل مکانی وسیع پیمانے پر جاری ہے اور اس صورتحال میں وزیراعظم کے آبائی اور سسرالی اضلاع لاڑکانہ اور نواب شاہ بھی محفوظ نہیں، شہروں میں تخریب کاروں اور دیہات میں ڈاکوؤں نے عوام سے جینے کا حق چھین رکھا ہے۔ مگر حکمران ہیں کہ انہیں ناک کی سیدھ کے علاوہ کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔ غریب ملک

کی وزیراعظم کی سالگرہ بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے۔ وزرائے اعلیٰ اور وزراء عیاشیوں میں مصروف ہیں۔ اسمبلیاں بکرا منڈی بن چکی ہیں جہاں ارکان اسمبلی کی سرعام نیلامی ہوتی ہے اور بکنے والا ضمیر فروش ملک کے وسیع تر مفاد کے نام پر بکتا چلا جا رہا ہے مگر کسی کو جرأت نہیں کہ وہ بیل گلے کی طرح بکنے والے کو خواب غفلت سے بیدار کر کے اسے غیرت ایمانی کی روشنی سے منور کرے مرکز صوبوں میں برسر اقتدار لوگ سیاسی اکھاڑ پچھاڑ کو فرض منصبی سمجھ کر ادا کر رہے ہیں۔ مرکز صوبوں کو ساتھ لے کر چلنے کو تیار نہیں تو صوبے وفاق کے خلاف بغاوت کو صوبائی خود مختاری کا حصہ سمجھ بیٹھے ہیں اور اس مہم جوئی میں اب سیاسی وفاداری اور اصول پسندی کی باتیں قصہ پارینہ بن چکی ہیں۔ تمام محاذوں میں موجود مہم جو لوگ اپنے اپنے مفاد میں [illegible] مصروف ہیں۔ بیدس اقتدار کا یہ عالم ہے کہ بجٹ اجلاس اسلام آباد کی ڈائری کی اشاعت تک ختم ہو چکا ہوگا مگر اس مرتبہ ایوان میں پھیکاہٹ بڑی نمایاں رہی۔ حزب اقتدار اور حزب اختلاف دونوں کا کردار مروجہ سیاسی جمہوری اور آئینی اصولوں سے محروم تماشا رہا۔ پورے ایوان نے اپنی تمام تر توجہ اقتدار کی بندر بانٹ پر مرکوز کر رکھی ہے جبکہ حکومتی حلقے سندھ میں فوج کے موجودہ کردار پر بھی دبے لفظوں میں نکتہ چینی کر رہے ہیں ان کا استدلال ہے کہ فوج کو سندھ میں امن و امان کی بحالی کے لئے انتظامیہ کی مدد کرنی چاہیئے اور فوج کو براہ راست انتظامیہ کی کمان میں دیا جائے جبکہ فوج کا موقف یہ ہے کہ وہ انتظامیہ کی کمان میں تیر اندازی کی بجائے ذاتی معلومات پر کارروائی کر کے انصاف مہیا کرے گی۔ فوج کا خیال ہے کہ انتظامیہ کی ماتحتی سے نہ صرف فوج کا امیج خراب ہوگا بلکہ اس سے امن امان بحالی میں ناکامی کا الزام

بھی فوج کے سر تھوپ دیا جائے گا۔ بعض حلقوں نے اس ضمن میں وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو پر اپنا دباؤ بڑھا رکھا ہے تاکہ فوج کو انتظامیہ کے تحت کر دیا جائے جبکہ دوسرے گروپ کا دعویٰ ہے کہ وزیراعظم فوج کے معاملات میں عدم مداخلت کی یقین دہانی کے بعد ہی مسند اقتدار پر جلوہ افروز ہوئی تھیں اور انہیں اب اپنے وعدے کی پاسداری کرنی چاہیے!!

غرضیکہ ہر اطراف اندھیروں کا راج ہے۔ امید کی کرنیں دم توڑ رہی ہیں۔ پاکستان اندرونی طور پر کھوکھلا ہو چلا ہے۔ مشرقی و مغربی سرحدیں غیر محفوظ صوبہ سرحد میں مقیم افغان گروپ باہم متصادم ہیں۔ کشمیر کے مسئلہ پر برادر اسلامی ملک عراق نے بھارتی موقف کی وکالت کا اعلان کر دیا ہے شام اور دیگر اسلامی ممالک بھی بھارتی لابی کو ہی اپنی نجات کا سبب قرار دے رہے ہیں مگر پاکستان کی حکومت اور وزارت خارجہ محض خوش کن وعدوں اور خوش فہمیوں پر عوام کو گمراہ کرنے میں مصروف ہے حالانکہ عاقبت نااندیشیوں سے ملک کا دفاع ممکن ہے اور نہ ہی اس سے دشمنوں کی سازشوں کو ناکام بنایا جا سکتا ہے۔

چلتے چلتے کچھ وزارت حج و اوقاف کا تذکرہ بھی ہو جائے۔ جس کے ایک سربراہ کے فرزند ارجمند نے گذشتہ برس "این او سی" کے نام سے لاکھوں روپے کا کاروبار کیا تھا حج و اوقاف کی وزارت "حج" کو بھی سیزن سمجھ کر خوب لوٹ مار کرتی ہے۔ اس مرتبہ بھی کئی فلائیٹس جب اچانک جدہ پہنچیں تو ان کی آمد کی وہاں موجود وزارت کے عملے کو اطلاع نہ تھی جس کے سبب نئے آنے والوں کی ایڈجسٹمنٹ میں مشکلات حائل رہیں۔ چار جون کو اسلام آباد سے جدہ جانے والی پرواز سے کئی مسافروں کو محض اس

باقی صفحہ ۵۸ پر

پنڈدادن خان

حافظ محمد اسلم

نواز شریف کی سرپرستی میں

ایم ایس ایف نے درسگاہوں کو سیاسی اکھاڑا بنا دیا

پنڈدادن خان ضلع جہلم کا تحصیل ہیڈکوارٹر ہے گذشتہ دنوں ۱۰ رجون ۱۹۹۰ء اس شہر میں لاکھوں عقیدت مندوں کی دھڑکن جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ قائد اہلسنت مبلغ اسلام امام انقلاب علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہٗ ایک جلسہ عام سے خطاب کرنے کے لئے تشریف لائے۔ اس جلسہ کا انتظام بزم فیضان مدرسہ قادریہ رضویہ شفیقیہ حبیبیہ پنڈدادنخان کے زیر اہتمام پنڈدادنخان کی مرکزی جامع مسجد کوٹ کلاں میں مہتمم مدرسہ ہذا و سرپرست اعلیٰ بزم فیضان و نائب صدر جمعیت علماء پاکستان ضلع جہلم استاذ العلماء حضرت مولانا حافظ نذیر احمد سعیدی کی زیر سرپرستی کیا گیا۔

یوں تو پہلے بھی ایک مرتبہ قائد اہلسنت اس شہر میں تشریف لائے تھے مگر اس مرتبہ قائد اہلسنت کی تشریف آوری پر جو منظر دیکھنے میں آیا وہ پہلے سے کہیں بڑھ کر تھا۔ قائد اہلسنت کی آمد پر عوام الناس میونسپل پنڈدادنخان کی سرکاری کمیٹی نے بھی اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اسٹینڈ دادنخان کی تمام سڑکوں کو ٹھیک کر دیا اور صفائی کا خاص انتظام کر دیا۔ اور پنڈدادنخان کی تمام مذہبی و سیاسی تنظیموں کے کارکنوں بالخصوص مولانا قاضی محمد صادق صاحب، مولانا حافظ محمد فیض اللہ صاحب، حافظ حمید الدین قریشی، ملک اشتیاق احمد اعوان، قاری محمد عبد القدوس، حافظ اخلاق احمد قادری، حاجی محمد خان، حافظ عتیق احمد، محمد اسلام الدین، حافظ محمد اسلم، حافظ طارق محمود صدیقی اور دیگر کمیٹی ایک عظیم الشان جلسے کے انعقاد میں بھرپور حصہ لیا۔

جمعیت علماء پاکستان کا قافلہ دشتی و ستی جہلم سڑکوں کی خرابی کی وجہ سے رات پونے گیارہ بجے قائد اہلسنت امام انقلاب علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہٗ کی قیادت میں مرکزی جامع مسجد کوٹ کلاں پنڈدادنخان پہنچا تو یہاں پر کارکنان جمعیت نے فلک شگاف نعرے لگا کر پرتپاک استقبال کیا۔

جلسے کا آغاز یوں تو نماز عشاء کے فوراً بعد ہو چکا تھا مگر قائد جمعیت کا اسٹیج پر پہنچنے کے بعد باقاعدہ جلسے کا آغاز ہوا۔ جلسے کی صدارت پیر طریقت حضرت صاحبزادہ پیر مطلوب الرسول صاحب آستانہ عالیہ آں اللہ شریف نے کی اور اسٹیج پر قائد اہل

سنت حضرت علامہ امام شاہ احمد نورانی صدیقی کے علاوہ مرکزی جنرل سکریٹری لیفٹیننٹ ریٹائرڈ جنرل کے ایم اظہر خان مرکزی ڈپٹی سکریٹری جناب صاحبزادہ سید محمود اکرم شاہ مرکزی جوائنٹ سکریٹری علامہ سید شبیر احمد ہاشمی صوبائی جنرل سکیریٹری جناب سردار محمد خان لغاری صوبائی نائب صدر حضرت صاحبزادہ سید حفیظ مشہدی صاحب ضلعی صدر جناب شاہد اعوان نائب صدر مولانا حافظ نذیر احمد سعیدی، مولانا قاضی فتح محمد نورانی، مولانا قاضی محمد صادق صاحب، مولانا حافظ محمد فیض اللہ صاحب بزم فیضان کے صدر قاری مختار الرسول صدیقی جنرل سیکریٹری قاری محمد عبد القدوس اور دیگر عہدیداران موجود تھے۔

صوفی محمد جلال الدین کی منقبت کے بعد مرکزی جوائنٹ سیکریٹری علامہ سید شبیر احمد ہاشمی نے خطاب فرمایا انہوں نے اپنے خطاب میں گزشتہ انتخابات میں جمعیت کے ساتھ ہونے والی دھاندلی کا تفصیل سے جائزہ لیتے ہوئے کہا کہ آئی جے آئی نواز شریف ٹولہ پروپیگنڈہ کرتا ہے کہ جمعیت کی وجہ سے پی پی پی جیتی ہے اور آئی جے آئی ہاری ہے ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ جس نے پی پی پی کو جتایا اس پر اللہ اور رسول ﷺ کی لعنت ہو اور دوسری بات یہ کہ گذشتہ انتخابات میں جمعیت کو پی پی پی کی طرف سے ستر سیٹیں دینے کی پیشکش کی گئی اور کہا گیا کہ جمعیت کے مقابلے میں آدمی کھڑا نہیں کریں گے۔ مگر اس لئے اعتماد نہ کیا کہ وہ نظام مصطفیٰ ﷺ کے داعی نہیں ہیں ہم نے جونیجو سے اتحاد کیا ستر سیٹوں سے پندرہ سیٹوں تک اتحاد کے لئے ان سے بات کرتے رہے لیکن نواز شریف اور جماعت اسلامی نے کہا صرف دو سیٹیں دیتے ہیں ایک نورانی میاں کو اور دوسری اصغر خان کو اور ہم نے وسیع تر اتحاد کی بھی بات کی مگر نواز شریف نے ۲۸ سیٹیں جماعت اسلامی کو دے دیں اور جمعیت کو صرف دو دینے پر اصرار کرتا رہا تو آپ فیصلہ کریں کہ جمعیت کو ان کے ساتھ اتحاد کرنا چاہیے تھا نہیں ہرگز نہیں۔

اس کے بعد صوبائی جنرل سکریٹری سردار محمد خان لغاری نے اپنے خطاب میں اہلسنت پر ہونے والے ظلم و تشدد کا تفصیل سے ذکر کیا اور کہا کہ جمعیت کا پہلے بھی یہی موقف تھا اور آج بھی یہی ہے کہ دونوں برسر اقتدار جماعتیں ملک و ملت کی خیر خواہ نہیں، پہلے بھی تحریک نظام مصطفیٰ چلا کر پیپلز پارٹی سے چھٹکارا حاصل کیا گیا تھا اور نواز شریف بھی اسلام کی بات کرتا رہا ہے ۱۹۸۰ء سے یہ لوگ اہلسنت کے خلاف سازشیں کرتے چلے آرہے ہیں اور آج بھی کر رہے ہیں انجمن طلباء اسلام کے نوجوان عزیز طلباء کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے گوجرانوالہ میں تلاوت کرتے ہوئے حافظ قرآن کو شہید کر دیا گیا مگر کسی مجرم کو پکڑا نہیں گیا اس لئے کہ مجرموں کا تعلق نواز شریف سے ہے ایم ایس ایف کی سرپرستی نواز شریف کر رہا ہے جس کے بل بوتے پر انہوں نے درسگاہوں کو سیاسی اکھاڑہ بنا رکھا ہے گجرات میں سینو کے جلوس پر فائرنگ لاہور کی داتا مسجد میں صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہوئے سنیوں پر گولیاں چلا کر زخمی کرنا، رحیم یار خان میں کارکن کا قتل کرنا اور ملک میں آئی جے آئی کے نادر

سعید الرحمٰن کے حکم پر مسجد چھیننا جیسے کئی ایک واقعات کے باوجود کوئی ایکشن نہ لینا یہ اہلسنت پر ظلم و تشدد نہیں تو اور کیا ہے یہ لوگ اہلسنت کو ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں مگر بعض لوگ ان کے ساتھ اتحاد پر تلے ہوئے ہیں نورانی میاں بے داغ کردار کے مالک ہیں نورانی میاں کی قیادت میں جمع ہو جاؤ اور کالی بھیڑوں کے جال سے نکلو۔

قائد اہلسنت کی تقریر سے قبل بزم فیضان کی طرف سے بزم کے نائب صدر حافظ اعجاز احمد سعیدی نے خطبہ استقبالیہ پیش کرنا تھا مگر وقت کی قلت کے پیش نظر اعجاز احمد سعیدی نے خطبہ استقبالیہ دستی قائد اہلسنت و قائدین جمعیت کی خدمت میں پیش کیا اور فلک شگاف نعروں، جیسے جیسے شاہ نورانی ہے قائد ہمارا نورانی، نورانی کا نعرہ اللہ اکبر، نورانی سے جو ٹکرائے گا پاش پاش ہو جائے گا کی گونج میں قائد اہلسنت مبلغ اسلام حق و صداقت کی نشانی امام انقلاب حضرت علامہ امام شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہ مائک پر تشریف لائے آپ نے فرمایا کہ کافی عرصہ کے بعد ہنڈوا دکان حاضر ہوا مجھے خوشی ہے مگر تاخیر پر افسوس ہے لیکن الحمدللہ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اس وقت اتنی دیر تک آپ انتظار کرتے رہے جس محبت و خلوص کے ساتھ آپ تشریف لائے جمعیت کی طرف سے آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں" قائد اہلسنت نے فرمایا پاکستان ۱۹۴۷ء میں بنا تھا جب پاکستان بنا تھا تو اس سے پہلے علماء کرامؒ نے کہا تھا کہ ہم ایک ایسا ملک بنانا چاہتے ہیں جس میں دین مصطفیٰ کا بول بالا ہو سب کی زبان سے ہم یہ سنتے آرہے ہیں پاکستان الحمدللہ علماء و مشائخ اور بزرگان دین کی کوششوں سے بن گیا اور میں اپنے والد ماجد حضرت مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھیؒ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اجمیر شریف حاضر ہوا سفید پوش بزرگ پاکستان کے حصول کے لئے رات کو الگ الگ دعائیں مانگا کرتے تھے اور نماز ظہر کے بعد اجتماعی دعا ہوتی تھی اور اکثر مزارات پر دعائیں مانگی جاتی تھیں، وہ مسلمان دعائیں مانگتا تھا اور آج کا مسلمان پاکستان کو ختم کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ قائد اہلسنت نے فرمایا کہ اب اگر مسلمانوں کی حکومت ہے تو انصاف نہیں تو گویا مسلمانوں کی حکومت نہیں اور اگر یہ بھی دیں کہ مسلمانوں کی حکومت ہے تو اسلام کی حکومت نہیں کیونکہ اسلام بنیادی چیز ہے اسلام کی حکومت ہوگی تو سود نہیں ہوگا۔ برائیاں ختم ہو جائیں گی، انصاف کا بول بالا ہوگا، رشوت، چوری

اور ڈاکے جیسے جرائم سے چھٹکارا حاصل ہوگا قائد اہلسنت نے فرمایا کہ آج کے دور میں لوگ اپنے بھائی کو کمی کہتے ہیں حالانکہ نظام مصطفیٰ میں کمی کا کوئی تصور نہیں نظام مصطفیٰ میں مساوات ہی مساوات ہیں جو مسلمانوں کو کمی کہتا ہے وہ خبیث ہے، "انگریز کا غلام ہے" برادری کا تصور ہندوؤں، انگریزوں نے دیا۔ اسلام میں کمی کا کوئی تصور نہیں، اسلام میں تو جو جتنا خدا کے قریب ہوتا گیا وہ مسلمانوں کا امیر بنتا گیا۔ ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر حضرت بلالؓ کا نام ہوتا تھا اگر اسلام میں کمی ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلالؓ کو پندنہ فرماتے۔

قائد اہلسنت نے فرمایا مسلمانوں آج کی حکومتوں کو دیکھو، پنجاب اور مرکز صوبہ میں شریف اور مرکز میں عوامی حکومت ہے جو وقت کے بدمعاش ہیں وہ شریف اور عوامی بنے بیٹھے ہیں لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ انصاف نہیں کر رہے۔ جاگو اور عورت کی ناجائز اور حرام حکومت اور شریف حکومت سے چھٹکارا حاصل کر کے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ۔

حاجی محمد رمضان کی رہائش گاہ پر رات ساڑھے بارہ بجے قائد اہلسنت نے قائدین جمعیت، علماء کرام اور عوام اہلسنت کے ساتھ کھانا کھایا اور کھانے کی میز پر فراغت کے بعد حاضرین کے سوالوں کے جوابات بھی دیئے اور ایک بجے تقریباً وہاں سے ڈنگہ کے لئے روانہ ہو گئے راستہ میں جلال پور شریف حضرت پیر سید برکات احمد شاہ صاحب سے بھی ملاقات کی۔

عید قرباں آئی!

مقبول احمد ساجد

واہ جی واہ عید قرباں آئی
ہم سب کے لئے خوشیاں لائی
گڈو کے ابو اک بکرا لائے
سب بچے اس کو دیکھنے آئے
گڈو نے بکرا شوق سے دکھایا
شام کو اسے سیر کو لایا
گڈو نے اپنے سب دوست بلائے
ابو نے انہیں چند راز بتائے
دیکھو بچو تم سب ہو ساتھی
عید میں رہ گیا ایک دن باقی
کر لو بچو! دانتوں کو "تیکھے"
کہیں رہ نہ جانا عید کو بھوکے
قربانی کا گوشت اکیلے نہ کھانا
کھانے سے پہلے اپنے دوست بلانا
غریبوں کا بھی رکھنا ہے خیال
بھول نہ جانا کسی یتیم کا حال
ساجد کی بھی اک بات سن جانا
عید پڑھنے تم سب مل کے جانا

قطبِ مدینہ

حضرت ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ

علمائے مدینہ شریف آپ کا بہت احترام کیا کرتے تھے اور آپ کو شیخ العلماء کہہ کر یاد کیا کرتے تھے ☆

محدث مدنی حضرت مولینا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اولیائے کاملین میں سے تھے، آپ کی مقدس زندگی کے اَسی برس مدینہ منورہ میں گذرے۔ آپ کی علمی و روحانی صلاحیتوں سے زمانے بھر نے اکتساب فیض کیا۔ آپ کے آفتابِ علمی کی روشنی چار دانگ عالم میں پھیلی۔ آپ کمالِ عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب دنیائے ولایت میں مانند آفتاب چمکے اور آپ کو مبدائے فیوض سے جو علم لدُنی ملا اس کی بدولت آپ روحانیت کے میدان میں راہِ سلوک طے کرنے والوں کے لئے ہر گام پر ایک راہنما ثابت ہوئے۔

آپ کی پوری زندگی دین کی خدمت میں گذری آپ دینِ حق کے بیمثال عالم اور اہل دین کے روحانی پیشوا تھے۔ دینی علوم کے ساتھ ساتھ آپ کو سائنسی علوم میں بھی دسترس حاصل تھی۔ آپ بہت بڑے طبیب بھی تھے اور کلام الٰہی سے لوگوں کا علاج کیا کرتے تھے۔ عشق رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے سبب آپ کو اپنے وقت کا امام تسلیم کیا جاتا تھا۔ آپ اپنے زمانے کے مدینہ منورہ کے سب سے بڑے محدث اور شیخ الحدیث محدثین زمانہ کے استاد فصحائے عرب میں ممتاز اور علوم و معارف اسلامیہ میں علم و حکمت کی روشن شمع تھے آپ نے ۸۰ سال مدینہ منورہ میں درس حدیث دیا [illegible] عرب میں آپ ایک ممتاز علمی شخصیت تھے۔ آپ تقریباً ایک ہزار احادیث صحیحہ کے حافظ تھے آپ نے اپنے باکمال۔ تلامذہ کے ذریعے دیار غیر میں دُور دُور تک علم حدیث شریف کی روشنی پھیلائی اور یہ شرف بھی کچھ کم نہیں کہ تقریباً ۱۹ برس کے قریب مدینہ منورہ کے حرم شریف میں خطیب رہے۔ یعنی مسجد نبوی شریف میں ۱۹ برس تک آپ خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

قطبِ مدینہ حضرت مولینا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق در حقیقت پاکستان سے تھا۔ آپ پاکستان کے شہر سیالکوٹ میں سوموار کے روز رمضان شریف کی ستائیسویں شب (لیلۃ القدر) ۱۲۹۴ھ بمطابق ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے آپ کے والدِ ماجد

محمد اقبال اختری القادری

حضرت مولانا شاہ عبدالعظیم رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے جلیل القدر عالم اور صاحب کرامت ولی اللہ تھے۔ آپ کے جد امجد سنی، صحیح العقیدہ قادری بزرگ تھے آپ کے گھرانے کے جد اعلیٰ کا نام قطب الدین قادری تھا۔ آپ کا نسب نامہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ اسی لئے آپ کا خاندان رحمانی کہلاتا ہے۔ آپ کا عہد طفولیت تیرہویں صدی ہجری کا اختتام تھا۔ آپ کی ذات الحب للہ والبغض للہ کی مظہر تھی۔ آپ کا گھرانہ عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار خدمت، اشاعت دین کے لئے عہد متقدمین ہی سے وقف تھا۔ اور اتباع سنت میں پورے پنجاب بھر میں معروف تھا۔ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت مولینا شاہ عبدالعظیم علیہ الرحمۃ سیالکوٹ کے اکابر علمائے ربانی اور اساتذہ میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تعلیم کی ابتدائی منزلیں اپنے والد ماجد سے طے کیں۔ قرآن کریم اپنی والدہ ماجدہ کی نگرانی میں پڑھا۔ اور ان ہی کے زیر سایہ سارا قرآن مجید حفظ کیا اس طرح آپ نے عقل و شعور کی آنکھیں خود اپنے گھر کے علمی و روحانی ماحول میں کھولیں اور سعادتِ دارین کے حصول کی لگن، عبادت و اطاعت، اتباع سنت کا اہتمام اولیاء اللہ سے عقیدت اس پاکیزہ ماحول میں شروع ہی سے پیدا ہوتی چلی گئی جو تحصیل علم و عرفان کے ذوق و شوق کے ساتھ ساتھ برابر بڑھتی رہی اور جس نے آگے چل کر آپ کو عارف باللہ بنا دیا۔

مولینا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے درس نظامی کا آغاز بیگم شاہی مسجد لاہور میں کیا اور حضرت مولینا عبدالقادر بھیروی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ یہ مولانا کی علم و آگہی کی پہلی منزل تھی اور درس نظامی کا شاندار آغاز تھا بعد ازاں آپ نے پیلی بھیت (یو۔پی) کی راہ لی۔ آپ کا جذبۂ قال اللہ آپ کو قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک لے آیا۔ حضرت محدث اعظم سورتی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں آپ نے حدیث کی تکمیل کی۔ یہاں آپ

کا قیام دو سال رہا۔ فکر و نظر کو شعور میسر آیا۔ مکتب کی تربیت نے اپنا کمال دکھایا۔ اب ضرورت تھی فیضان نظر کی۔ آپ ہجرت کو پیلی بھیت سے بریلی شریف حاضر ہوتے اور اس صدی کے مجدد مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہتے۔ اور نماز جمعۃ المبارک ان ہی کی اقتداء میں ادا کرتے یہیں اک صاحب فیضان کی بارگاہ میں آپ کی حاضری قلب و نظر کی تربیت کے یادگار ایام اور سرکار غوث اعظم دستگیر کی محبت نے دستگیری فرمائی۔ آپ نے ۱۳۱۸ھ ۱۹۰۰ء میں ہمیشہ کے لئے پنجاب کو چھوڑ دیا اور عشق و محبت کی آخری تربیت گاہ فیضان و عرفان کی دلکش منزل یعنی بغداد شریف روانہ ہو گئے۔ آپ جوار سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ میں پہنچ کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ آپ بغداد شریف میں نو سال چھ ماہ مقیم رہے۔ آپ کے یہ ماہ و سال جذب و مستی میں گذرے۔ استغراق کا اس قدر غلبہ رہا کہ جنون کے آثار پیدا ہو گئے۔ انہی مبارک ایام میں ایک عارف کامل حضرت سید حسین الحسینی الکردی نے آپ کے حال پر کرم فرمایا۔ آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور آپ کو جذب و مستی کے عالم سے نکال کر عرفان کی منزل تک پہنچا دیا۔ حضرت کردی آپ کو اپنے ساتھ اپنی بستی لے آئے۔ یہاں آپ نے حضرت سید حسین کردی کی خدمت میں ڈیڑھ سال کا عرصہ گذارا۔ جذبۂ عشق رسول صلے اللہ علیہ وسلم بیدار تھا اور وصال محبوب آپ کا مقدر۔ آپ نے روضۂ رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر حاضری کا شیخ صاحب سے اظہار کیا۔ حضرت سید حسین الکردی نے سامانِ سفر تیار کیا اور اپنی دعاؤں اور نصیحتوں کے ساتھ اس عظیم عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو رخصت کیا۔ اس طرح آپ بغداد شریف سے براستہ دمشق بذریعہ ریل گاڑی ۱۳۲۷ھ / ۱۹۱۵ء میں مدینہ طیبہ شریف پہنچ کر مقیم ہو گئے۔ آپ کو بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں اہل دل کی رفاقت میسر آئی۔ انہی ایام میں آپ نے حافظ الحدیث سید احمد شمس المدنی سے بخاری شریف پڑھی خود ارشاد فرماتے ہیں کہ حرمین شریفین میں ... کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے ... مجھے

> **آپ نے ۱۹۰۰ء میں ہمیشہ کے لئے پنجاب کو چھوڑ دیا اور عشق و محبت اور فیضان و عرفان کی دلکش منزل بغداد شریف روانہ ہو گئے**

سلاسل طریقت نقشبندیہ میں خلافت سے نوازتا اور پیری کمال سادگی سے بڑا متاثر ہوتا۔ یہ تھا آپ کا در استفادہ جو شرط قابلیت کے بالکل مطابق تھا حضرت سید عبدالرحمن سراج مکی مفتی اعظم حنفیہ سے بھی آپ کو اجازت حاصل تھی۔ حضرت علی حسین اشرفی میاں جیلانی کچھوچھوی نے بھی آپ کو خلافت و اجازت سے مدینہ منورہ میں حاضری کے وقت نوازا تھا۔

آپ جس دورِ حکومت میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے وہ حکومت ترکیہ کا عہد تھا۔ اسلامی تقاریب بڑے اہتمام سے منائی جاتی تھیں پورے شہر میں بعد اذان صلوۃ و سلام کی صدائیں گونجتی تھیں ہر خاص و عام تاجدار مدینہ سرور سینہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت میں مست و سرشار نظر آتا تھا ہر سال شہنشاہ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے گنبد خضراء پر سبز غلاف چڑھایا جاتا اور اس غلاف کی تیاری میں مدینہ شریف کی سادات شہزادیوں کی خدمت حاصل کی جاتی اور ان کو اس خدمت کا نذرانہ ترک حکومت کی جانب سے ادا کیا جاتا اور اسی طرح سادات اکرام کی گذر اوقات کے لئے روزینہ فراہم کیا جاتا۔ حضرت قطب مدینہ مدینہ طیبہ کے ان شب و روز کو بڑی حسرت سے یاد فرماتے اور آبدیدہ ہوتے۔ یہ بابرکت زمانہ ۱۹۱۴ء تک رہا تا آنکہ نجدیوں نے خروج کیا اور ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۵ء میں سعودیوں کی حکومت برسر اقتدار آئی اور عہد ماضی کا یہ آفتاب اپنے نصف النہار پر پہنچ کر غروب ہو گیا۔

حضرت قطب مدینہ اپنے شیخ کامل امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے ہاتھوں اپنے زمانہ قیام پیلی بھیت میں بک چکے تھے۔ ہاں البتہ بیعت اصلاحی کی تکمیل ابھی باقی تھی۔ آپ نے ایک خواب دیکھا جس کی قلب صافی نے یہ تعبیر دی کہ امام احمد رضا البریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا یہ آخری سال ہے۔ اللہ اللہ جس ذات والا صفات نے بارہ برس تک مدینہ منورہ سے سوائے حج کے نکلنا گوارہ نہ کیا تھا اب اس نے اپنے شیخ کامل سے آخری ملاقات کے لئے بریلی شریف کے سفر کا اعادہ کیا۔ آپ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء میں بریلی شریف میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں باسٹھ یوم تک حاضر رہے۔ بیعت و خلافت سے نوازے گئے، وہاں آپ کو شریعت و طریقت کا اک ساحل بیکراں نظر آیا۔ آپ نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے شب و روز بھی دیکھے۔ عبادت و ریاضت، تصنیف و تالیف کے محیر العقول مناظر بھی نظر آئے۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے پیکر میں اک کرامت مجسم اور استقامت مسلم تھا جو عرب و عجم میں اپنے فیضان کے دریا بہا رہا تھا۔

حضرت مرشدی البریلوی نے اپنے مدنی خلیفہ کو دعاؤں کے ساتھ حجاز مقدس روانہ فرمایا چونکہ حج کے ایام قریب تھے ابھی آپ حج کر کے مدینہ طیبہ پہنچے ہی تھے کہ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء میں بریلی شریف سے ٹیلی گرام آیا کہ آفتاب شریعت و طریقت، دلوانۂ اتباع سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ اللہ وصال فرما گئے۔

قطب مدینہ علیہ الرحمۃ نے اپنی پوری زندگی وصال کی امید لئے مدینہ منورہ کی مجاورت میں گذار دی اور ذرا سی بھی دوری گوارہ نہ کی۔ مریدین، خلفاء، احباب و اعزاء عرب و عجم آپ کو تشریف آوری کی دعوت دیتے مگر آپ یہ فرماتے میرا آخری وقت ہے۔ میں مدینہ شریف سے باہر جانا نہیں چاہتا تاکہ کسی اور جگہ مجھے موت نہ آ جائے۔

سادگی آپ کا شعار تھی۔ آپ کی صورت خدا یاد اور سیرت، سیرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر تھی۔ آپ نے سنت رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں بکریاں بھی پالیں اور ان کے دودھ سے مہمانان مدینہ شریف کی ضیافت بھی فرمائی۔ حجاج و زائرین کا ٹھکانہ آپ کا گھر تھا۔ آپ کا دولت کدہ قادری خانقاہ تھا۔ آپ خود ایک مشہور قادری شیخ تھے اور عرب و عجم میں آپ کے خلفاء و مریدین کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ آپ کا اصل مشغلہ حبِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی دولت جمع کرنا تھا آپ کی ہر مجلس مجلسِ نعت ہوتی اور ہر محفل یادِ خدا اور ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آباد ہوتی۔ آپ کی بارگاہ میں عرب و عجم کے ہر ملک سے لوگ

آتے اور محفل نعت میں شرکت کرتے۔ ہندی، عربی، ترکی، شامی، مصری، ایرانی، سوڈانی اور پاکستانی سب اپنی اپنی زبان میں نعت شریف پڑھتے تو یہ معلوم ہوتا کہ سارا عالم نعت خواں ہے اور آپ کی حب رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی دنیائے جہاں صرف نعت شریف سے آباد ہے آپ سب سے نعت شریف دوزانو ہو کر سنتے، اشکبار ہوتے اور مرحبا مرحبا فرماتے۔ سبحان اللہ، صل علیٰ کی گونج میں روتے۔ اپنے شیخ کامل امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے مجموعۂ نعت ـ "حدائق بخشش" میں سے خصوصاً دس دس نعت شریف سنتے "مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" کی گونج میں آپ کا قادری دولت کدہ "حدائق بخشش" ـ معلوم ہوتا ہے۔ اٹھتے بیٹھتے انکے اشعار آپ کی زبان پر اور اپنی خلوت وجلوت، بارگاہِ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم میں حاضری، احباب کی ملاقات اور خلوص ومحبت کے اظہار کے وقت اپنے شیخ کامل امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے اشعار سے کام لیتے۔ مختصر یہ کہ آپ کی خلوت وجلوت کا آغاز واختتام نعت رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم پر ہوتا اختتام پر لنگر عام تقسیم ہوتا۔ صبح کا ناشتہ ہو یا دوپہر کا کھانا ہر آنے والے کو اصرار اس میں شریک فرماتے۔ نعت شریف کی محفل جو کہ آپ کے ہاں روزانہ رات کو ہوا کرتی اس کا عالم تو کچھ اور ہی ہوتا۔ پھر صلوٰۃ وسلام اور تقسیم لنگر کا دلنواز منظر اور دعا بڑی پر لطف ہوا کرتی۔ یہ منظر روزانہ دیکھنے میں آتا کیف وسرور کی محفل میں شرکت کرنے والے "ایک بار دیکھا ہے دوسری بار دیکھنے کی ہوس" اپنے دلوں میں لے کر رخصت ہوتے عوام وخواص آپ کو سیدی کہہ کر پکارتے اور مخاطب کرتے۔ علمائے مدینہ شریف آپ کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔ آپ سے ملنے وہ لوگ خود آیا کرتے اور آپ کو شیخ العلماء کہہ کر یاد کیا کرتے حضرت مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی مدنی سے رشتۂ مودت اخوت تا دم واپسیں رہا حضرت مبلغ اسلام کے ایام علالت ورحلت میں آپ انہی کے پاس رہے اور اپنے فرزند گرامی مولانا فضل الرحمٰن قادری مدنی کو ان کی خدمت کے لئے وقف فرمایا۔

آپ کی صحبت میں غرباء و فقراء کو دیکھ کر سلف صالحین کی یاد تازہ ہوتی۔ تواضع اور انکساری تو آپ کا مزاج تھا۔ آپ کی خدمت میں جو بھی آتا جب مراتب اس کی پذیرائی ہوتی۔ آپ کا دروازہ ہر کسی کے لئے کشادہ اور دسترخوان عام ہوتا۔

مریدین مخلصین کی اصلاح ہر وقت پیش نظر ہوتی۔ نماز پنجگانہ کی تاکید فرماتے، طہارت قلب ونظر کی تلقین کرتے۔ عقائد واعمال کی تصحیح پر زور دیتے۔ مخلص علماء اہل محبت کی قدر کرتے اور ہر شخص کو اس کے فرائض کی انجام دہی کی ہدایت فرماتے۔ صبر وشکر کے کلمات ہمیشہ آپ کی زبان پر ہوتے۔ آپ مدینہ شریف میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر، حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کی راہ پر گامزن، اور حضرت جامی علیہ الرحمۃ کا سرور ومست ومرشار اور اپنے شیخ کامل امام احمد رضا خان بریلوی

> آپ کی پوتی قائد اہلسنت، داعی تحریک نظام مصطفےٰ، مولانا شاہ احمد نورانی کی شریک حیات ہیں

رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی یادگار تھے۔ طریقت کا ہر گھرانہ آپ سے مانوس تھا۔ عبادت وریاضت کی منزلوں سے گذر کر ۴۵ برس کی عمر میں پہلا نکاح کیا پھر پہلی اہلیہ کی مفارقت کے بعد دوسرا نکاح کیا جو کہ مدینہ منورہ میں ہی کیا۔

قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک خاص محفل میلاد ہر جمعرات کو منعقد ہوا کرتی تھی جو کہ تلاوت قرآن پاک اور حمد و نعت کے بعد درود وسلام پر ختم ہوا کرتی تھی۔ بعدہٗ پاکستان سمیت تمام عالم اسلام کے لئے خیر وبرکت، ترقی وسربلندی کے لئے خصوصی دعائیں مانگی جاتی تھیں۔ آپ وعظ بھی فرمایا کرتے تھے جو بھی آپ کی محفل میں ہوتا دولت علم وعرفاں سے اپنا دامن بھر لیتا۔ آپ کے وعظ کا یہ عالم ہوتا کہ لوگوں کے ایمان تازہ ہو جاتے اور آپ کی نظرِ عرفان سے ان میں ایسا ذوق ووجدان پیدا ہوتا کہ وہ ہمیشہ کے لئے عابد و زاہد، پرہیزگار اور اطاعت شعار بن جاتے اور ان کا دل عشق رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے سرشار ہو جاتا۔

آپ ہمیشہ اتباع سنت کی تلقین کیا کرتے اور خود بھی اس پر عمل پیرا رہے۔ آپ اپنے وقت کے قطب اور ولی اللہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی دعائیں بارگاہ رب العزت میں قبولیت کا درجہ رکھتی تھیں۔

قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ نے ایک سو چار سال کی عمر پائی اور مدینہ منورہ میں ۳ ذو الحجہ ۱۴۰۱ھ بمطابق ۲ اکتوبر ۱۹۸۱ کو جمعۃ المبارک کے روز عین اس وقت جبکہ حرم شریف میں صدائے اذان سنائی دے رہی تھی اپنے خالق حقیقی سے جاملے اور جنت البقیع میں آخری آرام گاہ پائی۔ یہ حسن اتفاق ہے کہ آپ کے پیرو مرشد کا ساٹھ سال قبل بریلی شریف میں جب انتقال ہوا تھا تو اس وقت بھی جمعۃ المبارک کی اذان ہو رہی تھی اور آپ (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ) اس دار فانی سے رحلت فرما رہے تھے۔

آپ کی اولاد امجاد جانشین برحق مولینا فضل الرحمٰن قادری مدنی مدظلہ العالی اور ایک صاحبزادی ہیں آپ ہی کی پوتی حضرت قائد اہلسنت داعیٔ تحریک نظام مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی دامت برکاتہم العالیہ کی شریک حیات ہیں۔

آج کل علامہ شاہ احمد نورانی حق وصداقت کی نشانی بن کر جمعیت علماء پاکستان کی صدارت فرما رہے ہیں۔ ان کے کارہائے نمایاں حضرت مولینا ابوداؤد محمد صادق صاحب مدظلہ کی کتاب "شاہ احمد نورانی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

ماخذ

۱۔ انوار قطب مدینہ، مطبوعہ لاہور

۲۔ سالنامہ معارف رضا، شمارہ ۱۹۸۷ء مطبوعہ کراچی۔

۳۔ ماہنامہ فیضانِ مصطفےٰ، شمارہ اگست وستمبر ۱۹۸۸ء مطبوعہ واہ کینٹ۔

۴۔ ماہنامہ رضائے مصطفےٰ شمارہ اگست ۱۹۸۸ء مطبوعہ گوجرانوالہ

۵۔ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی، مطبوعہ، بنارس (انڈیا)

۶۔ روزنامہ جنگ کراچی شمارہ ۸ اگست ۱۹۸۶ء

۷۔ روزنامہ جنگ کراچی شمارہ ۱۵ جولائی ۱۹۸۸ء

●●

حضرت سید علی ہجویریؒ رحمۃ اللہ علیہ

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا ✻ ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

برصغیر میں جو کام بڑے بڑے سورماؤں، لشکروں اور بادشاہوں کے رعب و دبدبے سے نہ ہو سکا وہ کام ایک خرقہ پوش درویش سید علی ہجویریؒ نے کر دکھایا۔ علی ہجویریؒ نے اپنے علم و تبلیغ کی دولت کے ساتھ برصغیر میں ایک ایسی بادشاہی قائم کی جو صدیاں گزر جانے کے بعد آج بھی قائم ہے اور قیامت تک قائم رہے گی۔ یہ بادشاہت اگر تاج خسروی کے تابع ہوتی تو ہو سکتا ہے وقت کے نشیب و فراز سے ختم ہو گئی ہوتی، مگر یہ تو ایک روحانی سلطنت ہے جو سید علی ہجویریؒ کے فیض سے تا ابد جاری و ساری رہے گی۔ ان کی حکمرانی زمین پر نہیں لوگوں کے دلوں میں ہے۔ ان کے در سے سچائی کے متلاشیوں کو منزل مل جاتی ہے۔ دور دور سے آئے ہوئے لوگ یہاں سے مانگی مرادیں پاتے ہیں۔

آپ کا نام علی، کنیت ابوالحسن اور والد ماجد کا نام عثمان تھا۔ ان کا سلسلہ نسب امام حسنؓ سے جا کر مل جاتا ہے۔ ان کی تاریخ پیدائش کے بارے میں تصوف کی ساری کتابوں نے چپ سادھی ہوئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی پیدائش ۳۸۱ ہجری سے لیکر ۴۰۱ ہجری کے دوران افغانستان کے مشہور شہر غزنی کے قریب ہجویر نامی گاؤں میں ہوئی۔ اس گاؤں میں آج بھی ان کے بزرگوں کی قبریں موجود ہیں۔ چار سال کی عمر سے انہوں نے اپنے بزرگوں اور غزنی کے مدرسوں سے تعلیم حاصل کرنی شروع کی۔ اپنے اساتذہ میں سے انہوں نے ابوالعباس بن محمد اشقوانی کا ذکر کیا۔ انہوں نے تصوف کے بارے میں اپنی کتاب کشف المحجوب میں بھی کیا ہے۔ لکھتے ہیں: "مجھے ان سے بہت محبت تھی اور وہ بھی میرے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتے تھے۔ میں نے ان سے کئی علوم حاصل کیے۔ میں نے ساری عمر میں صوفیاء کے گروہ میں شریعت پر اس قدر پابند اور احترام کرنے والا نہیں دیکھا۔"

آپ کے پیر و مرشد کا نام حضرت ابوالفضل محمد بن الحسن ختلی تھا۔ ان کا سلسلہ جنیدیہ تھا۔ اس کے علاوہ اس وقت کے جید علماء اور صوفیاء سے بھی علم حاصل کیا۔ سید علی ہجویریؒ اپنے مرشد کے بارے میں کشف المحجوب میں لکھتے ہیں۔ "کہ میں نے ان سے زیادہ کوئی بارعب ہستی نہیں دیکھی۔" جس دن ان کے پیر و مرشد نے اس دنیا سے پردہ فرمایا اس دن وہ دمشق کے چھوٹے سے گاؤں بیت الجن میں تھے جو ایک پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ مرتے وقت پیر و مرشد نے اپنا سر میری گود میں رکھا ہوا تھا۔ بڑے پیار و محبت سے میرے دل میں جھانک کے کہا کہ میرے بیٹے! میں تمہیں اعتقاد کا ایک مسئلہ سمجھاتا ہوں اگر تم نے اپنے دل کو اس کے مطابق رکھا یا اور اپنے حال کو اس کے مطابق درست کر لیا تو یاد رکھو اس کے بعد سارے غموں اور مصیبتوں سے نجات مل جائے گی۔ اے میرے بیٹے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ سبحانہ ہر جگہ ہر زمانے میں اچھے اور برے دونوں قسم کے آدمی پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا کسی کے ساتھ

دل میں نہیں کرانی چاہیئے کیونکہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ملے گا۔ اور نہ ہی دل میں کسی کو تکلیف دینے کے بارے میں سوچنا چاہیئے۔ میری بس یہ چھوٹی سی وصیت ہے اس کے بعد دنیا سے پردہ کر لیا۔"

حضرت داتا سید علی ہجویریؒ کو اپنے مرشد کی جدائی کا بہت دکھ ہوا۔ کئی دن تک مرشد کی قبر پر وظائف اور دیگر مشاغل کا سلسلہ جاری رکھا۔ ایک دن خواب میں ارشاد ہوا کہ سیاحت کا سلسلہ جاری رکھو اور عبادت کی طرف سے بھی دھیان دو تاکہ نفس کی اصلاح ہو سکے اور مزاج میں پختگی پیدا ہو سکے اور کرامت کا ظہور ممکن ہو سکے یہ اشارہ ملنے کے بعد آپ نے سیاحت اور ریاضت شروع کر دی۔

سیاحت کرتے کرتے حضرت شیخ ابو یزید کے مزار پر جو اس وقت ایک قبرستان میں واقع تھا چلہ کھینچنا شروع کر دیا روز صبح سویرے ٹھنڈے پانی سے غسل کرتے اور ہر نماز کے وقت تازہ وضو کر کے سچے دل سے عبادت کرتے، عبادت کے بعد مراقبے کا سلسلہ شروع کر دیتے اور اس میں باطنی کشف اور لذت حاصل کرتے داتا صاحبؒ کہتے ہیں کہ تین مہینے کے اس چلے میں ایک دن ایسا کشف حاصل ہوا جو پھر پورے چلے میں حاصل نہیں ہوا۔ ایک دفعہ حضرت داتا سید علی ہجویریؒ ملک شام کے ملک میں حضرت بلالؓ کے مزار پر حاضر ہوئے اور کچھ دن ریاضت و عبادت میں بسر کر کے روحانی منازل طے کیں، ایک دن قبر کے سرہانے کی طرف عبادت کرتے ہوئے سو گئے خواب میں حضرت سرور دو عالم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ سرکار نے ایک آدمی کو گود میں اٹھایا ہوا تھا علی ہجویریؒ لکھتے ہیں کہ میں نے آگے بڑھ کر سرکار محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاؤں چومے اور سوچا کہ سچے رب کے پیارے حبیب نے نہ جانے کس شخص کو بچے کی طرح گود میں اٹھایا ہے۔ خدا نے میری سوچ کے بارے میں اپنے پیارے حبیب کو آگاہ کر دیا تب حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے دل میں جھانکتے ہوئے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ یہ آدمی جسے تم میری گود میں دیکھ رہے ہو اس کا نام امام ابو حنیفہ ہے۔

حضرت سید علی ہجویریؒ نے پورے چالیس برس سیاحت کی ہر جگہ سچے خدا کے فضل سے باجماعت نماز پڑھی۔ نماز جمعہ بھی ہمیشہ بڑی آبادی والے شہر یا گاؤں میں پڑھی سیاحت کرتے ہوئے ایک دفعہ سید علی ہجویریؒ خراسان کے ایک گاؤں میں موجود صوفیاء کی ایک خانقاہ میں جہاں پہلے بھی کئی صوفی بیٹھے ہوئے تھے۔ بیٹھ گئے دوسرے صوفیاء کے مقابلے میں حضرت علی ہجویریؒ نے اپنے آپ کو بڑا حقیر جانا دوسری طرف ایک صوفی نے آپکی حالت دیکھ کے کہا کہ یہ آدمی ہم میں سے نہیں ہے یہ تو عام لوگوں میں سے ہے پھر ان صوفیا نے آپ کو نسبتاً نیچی جگہ دے دی اور خود اونچی جگہ رہنے لگے جب کھانے کا وقت آتا خود اچھے اچھے کھانے کھاتے اور داتا علی ہجویریؒ کو روکھی سوکھی روٹی دے دیتے۔ ایک دن ان صوفیا نے کھانے کے بعد خربوزے کھائے اور خربوزے کے چھلکے داتا صاحب کی طرف پھینکتے رہے حضرت داتا سید علیؒ ہجویری فرماتے ہیں کہ جیسے جیسے وہ صوفی مجھ سے حقارت بھرا سلوک کرتے ویسے ویسے میرا دل ان کے سلوک کے باوجود خوش رہتا۔ ان کی طنز بھری باتیں سن کے میں اپنے دل میں عجیب سی خوشی محسوس کرتا تھا۔ ذلت نفس کے اس زمانے میں ذلت اٹھاتے مجھے ایسا کشف محسوس ہوا جو مجھے اس سے پہلے کبھی حاصل نہیں ہوا تھا۔

عام لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ داتا صاحب کو ان کے مرشد صاحب نے خود لاہور جانے کا حکم دیا تھا۔ ان سے پہلے ان کے پیر بھائی حضرت حسین زنجانی لوگوں کو حق کی راہ دکھانے کے لئے موجود تھے۔ جب حضرت داتا سید علی ہجویریؒ لاہور پہنچے تو رات ہونے کی وجہ سے شہر کے دروازے بند کر دیئے گئے تھے اس وجہ سے حضرت داتا سید علی ہجویریؒ کو رات شہر سے باہر ہی گزارنا پڑی صبح سویرے شہر کی طرف چلے تو دیکھا کہ لوگ ایک جنازہ اٹھا کے لے جا رہے ہیں داتا صاحب نے ایک آدمی سے مرنے والے کے بارے میں پوچھا اس نے بتایا کہ بھئی اس شہر کے شیخ حضرت حسین زنجانی وفات پا گئے ہیں۔ اس سے داتا صاحب کو اپنے پیر و مرشد کی بصیرت کا اندازہ ہوا۔

حالانکہ اس روایت کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ داتا صاحبؒ کے پیر نے داتا صاحبؒ کے ہاتھوں میں وفات پائی تھی۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت میراں حسینؒ زنجانی جن کا مزار شریف چاہ میراں میں موجود ہے۔ حضرت داتا صاحبؒ سے کوئی ایک تیس برس بعد فوت ہوئے اور ان کے ساتھ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے ملاقات کی تھی اس کا حوالہ تاریخ کی بہت سی کتابوں میں ملتا ہے۔

ان بستیوں میں غیر ملکی فلمیں وی سی آر پر دھڑلے سے دکھائی جاتی ہیں

بقیہ: غیر ملکیوں کی یلغار

ایک اور بستی کا منظر

ہیں لیکن ان صوبوں میں زبان کی بنیاد پر کوئی جھگڑا نہیں ہے، لیکن سندھ میں خصوصاً کراچی اور حیدرآباد ہی لسانی جھگڑوں کا مرکز بنے ہوئے ہیں لوگوں کو یہ کہتے سنا جا رہا ہے کہ کہیں کراچی اور حیدرآباد میں غیر قانونی طور پر پاکستان میں آنے والے غیر ملکی خصوصاً بنگلہ دیشی غیر قانونی طور پر آنے والے بنگالی تو ان واقعات میں ملوث نہیں ہیں اور کہیں دوسرے لوگوں کے علاوہ ان بنگالیوں میں "را" کے ایجنٹ تو موجود نہیں ہیں اسلئے ضروری ہے کہ حکومت غیر قانونی طور پر پاکستان آنے والے لوگوں کے خلاف کارروائی کرے اور ان لوگوں کو بھی سزا دے، خواہ ان لوگوں کا تعلق قانون نافذ کرنے والے اداروں سے ہو یا انتظامیہ سے کیوں نہ ہو جو ان لوگوں کی پشت پناہی کر رہے ہیں اور غیر قانونی طور پر ان سے بھتہ وصول کر کے ان کو پاکستان میں رہنے اور بسنے کے مواقع فراہم کر رہے ہیں، کراچی اور حیدرآباد کے حالات کو بہتر بنانے کے لیے ضروری ہے کہ غیر قانونی طور پر پاکستان آنے والے تمام غیر ملکی افراد کو جو پاکستان کے شہری نہیں ہیں واپس ان کے ملکوں میں بھیجا جائے۔

••

ضیاء الرحمٰن خان ناشرؔ

اسلام ایک عالم گیر مذہب ہے جو فلاحی ریاست کا تصور پیش کرتا ہے۔ ریاست کی فلاح و بہبود جہاں کے باشندوں کی جملہ ضروریات اور معاشی استحکام کے پورے ہونے کا نام ہے۔ معاشی استحکام انسان کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ اپنی ضروریات زندگی پر بھرپور توجہ دینے کے ساتھ ساتھ معاشرتی اقدار پر بھی کامل توجہ دے سکیں اور ایک صحت مند معاشرے کی بنیاد رکھ سکیں۔ جدید معاشرے میں جہاں نظام کی اپنی خوبیاں اور خامیاں ہوتی ہیں لیکن اس سے قطع نظر ہر دور میں ہر حال معاشی استحکام کا سرگرم اور فعال ذریعہ ثابت ہوا ہے۔ اپنی اعلیٰ خدمات کے اعتراف کے طور پر محنت کشوں کا معاشرے کی جانب سے کیا مراعات حاصل ہوتی ہیں یہ ایک الگ بحث ہے۔ سماجی تحفظ کے نظام میں محنت کشوں کو ہنگامی حالات مثلاً بیماری، دوران کار چوٹ اور معذوری میں مؤثر تحفظ فراہم کیا جاتا ہے۔ اسی مسائل کو حل کرنے میں سوشل سیکورٹی اسکیم ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔ سماجی تحفظ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اسے زندگی کی ایک لازمی تحریک کے طور پر اقوام متحدہ نے 1948ء کے انسانی حقوق کے عالمی منشور کے آرٹیکل نمبر 25 میں جگہ دی اور اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے اسے ان مذکورہ الفاظ میں لیا کہ

"ہر شخص کو بے روزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، ضعیفی اور اسی قسم کے دوسرے غیر اختیاری حالات میں حسب تحفظ کا حق حاصل ہے۔"

پاکستان میں سوشل سیکورٹی کا نفاذ عالمی ادارہ محنت کی سفارشات کے تحت عمل میں آیا تھا۔ یکم مارچ 1967ء میں اس اسکیم کو اس وقت کے صوبہ مغربی پاکستان میں رائج کیا گیا۔ یکم جولائی 1970ء کو ون یونٹ کے خاتمے پر اس اسکیم کو صوبہ پنجاب، سندھ اور سرحد میں منقسم کیا گیا جس کے تحت سندھ سوشل سیکورٹی انسٹی ٹیوشن (سیسی) کا قیام عمل میں آیا۔

ادارہ سماجی تحفظ سندھ ایک خود مختار سہ فریقی تنظیم ہے۔ اس کے انتظامی امور کی نگرانی کے لئے ایک گورننگ باڈی تشکیل دی گئی ہے۔ جس کے چیئرمین صوبائی وزیر محنت ہوتے ہیں۔ اس میں حکومت، آجران اور محنت کشوں کے نمائندے شامل ہیں نیز کمشنر سوشل سیکورٹی اس کے ممبر اور میڈیکل ایڈوائزر اس کے ایکس آفیشیو ممبر ہیں۔ ادارہ کا سربراہ کمشنر ہوتا ہے جسکے انتظامی امور میں مدد کو وائس کمشنر ہوتا ہے۔ اور طبی معاملات میں میڈیکل ایڈوائزر معاون ثابت ہوتا ہے۔ ادارہ کے ماتحت ڈائریکٹوریٹ کی تعداد 9 ہے۔ ہر ڈائریکٹوریٹ کا سربراہ ایک ڈائریکٹر ہوتا ہے۔ ان کے ذمہ تمام رجسٹرڈ فیکٹریوں سے ان کے کارکنوں کی تعداد کنٹری بیوشن جمع کرنا ——— محنت کشوں کو اور کارخانوں کو رجسٹرڈ کرنا اور محنت کشوں کو مالی فوائد فراہم کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

اس وقت پورے صوبہ میں اسکیم کا دائرہ کار کراچی کے علاوہ گھارو، دھابیجی، کوٹری، حیدرآباد، میرپور خاص، ٹنڈو آدم، سکھر، خیرپور، لاڑکانہ، شکارپور، رانی پور، نواب شاہ، جیکب آباد اور نوری آباد کے علاقوں پر محیط ہے۔ اسکیم میں تقریباً ایک لاکھ ساٹھ ہزار محنت کش رجسٹرڈ ہیں اور ان کے اہل خانہ کو بھی شامل کر لیا جائے تو چھ لاکھ پچاس ہزار محنت کش اور ان کے لواحقین اس اسکیم سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

اس اسکیم کا اطلاق ایسے محنت کشوں پر ہوتا ہے جن کی تنخواہ ۱۵۰۰ روپے ماہوار یا ان کی اجرت ۶۰ روپیہ یومیہ ہو۔

سوشل سیکورٹی اسکیم کا اطلاق ایسے محنت کشوں پر ہوتا ہے جن کی تنخواہ 1500 روپے ماہوار تک یا ان کی روزانہ اجرت 60 روپے تک ہو۔ اس وقت صوبہ سندھ میں رجسٹرڈ صنعتی و تجارتی اداروں کی تعداد سات ہزار پانچ سو کے لگ بھگ ہے۔ جو اپنے محنت کشوں کی تنخواہ کے 7 فی صد کی شرح کے حساب سے کنٹری بیوشن ادا کرتے ہیں۔

سماجی تحفظ سندھ کی جانب سے مالی امداد اور طبی سہولتوں کی فراہمی دو اہم مراعات ہیں جو محنت کشوں کو مختلف صورتوں میں فراہم کی جاتی ہیں۔

مالی فوائد۔ سوشل سیکورٹی اسکیم کے تحت محنت کشوں کو مختلف قسم کی نقد مالی امداد مہیا کی جاتی ہے۔

بیماری کا مالی افادہ۔ ایسا تحفظ یافتہ محنت کش جو بیماری کی وجہ سے اپنے کام پر حاضر نہیں ہو سکتا ہو اور جس کی تصدیق ادارے کے میڈیکل آفیسر نے کی ہو علاج معالجے کے ساتھ بیماری کی مالی امداد کا مستحق ہوتا ہے۔ تمام بیماریوں میں آخری اجرت کے 75 فیصد کے برابر 121 دن تک اور کینسر اور ٹی بی جیسی موذی بیماریوں میں اجرت کے 100 فیصد کے برابر رقم 180 دن تک ایک سال میں دی جاتی ہے۔ 1987-1988ء کے دوران اس مد میں 465،269،8 روپے محنت کشوں کو ادا کئے گئے۔

دوران کار چوٹ کا مالی افادہ۔ جو تحفظ یافتہ محنت کش اپنے کام کے دوران کسی حادثے میں زخمی ہو جائے یا پیشہ ورانہ بیماری میں مبتلا ہو جائے وہ علاج معالجہ کی سہولت کے علاوہ مالی معاوضے کا بھی حق دار ہوتا ہے جس کی شرح ادائیگی کارکن کی آخری اجرت کے ۱۰۰ فیصد کے برابر ہے۔

زچگی کا مالی افادہ۔ سوشل سیکورٹی اسکیم کے تحت رجسٹرڈ خواتین محنت کش اس مالی امداد کی 12 ہفتے تک مستحق ہوتی ہیں کارکن کی آخری تنخواہ کے 100 فی صد کے برابر ادائیگی کی جاتی ہے 1987-88ء کے دوران اس مد میں 86،958،373 روپے محنت کش خواتین کو ادا کئے گئے۔

موت پر مالی امداد۔ سوشل سیکورٹی اسکیم کے تحت رجسٹرڈ محنت کش کی موت پر اس کے لواحقین کو کم سے کم 500 روپے ادا کئے جاتے ہیں 1987-88ء کے دوران اس مد میں 126،868،03 روپے موت پر مالی امداد کے طور پر ادا کئے گئے۔

معذوری کا عطیہ اور پنشن۔ بعض اوقات محنت کش دوران کار زخمی ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے مستقل معذوری رہ جاتی ہے تو اس کارکن کو میڈیکل بورڈ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تاکہ معذوری کے درجہ کا تعین کیا جائے اگر بورڈ کی رائے میں معذوری پائی جاتی ہے تو مالی امداد کی منظوری

(باقی صفحہ پر)

پروگرام "نیلام گھر" ٹی وی کا کماؤ پوت ہے

پاکستان ٹیلی ویژن کی دوسری سالگرہ بھی منائی جا چکی ہے۔ یوں ماضی بہت پیچھے رہ گیا۔ اس لئے اب سٹیج پروگرام "الاؤ" کی نشریات کی وجہ سے معطل کر دیئے گئے۔ اور جو ایک دو سیریل شروع بھی ہوئے تو ان میں خاطر خواہ کامیابی نہیں ملی۔ یوں سال بھی اب شروع ہو چکا اور یہ انتہا ہوئی کہ پتہ بھی نہ چل سکا۔

البتہ صبح کی نشریات اپنے معمول کے مطابق جاری رہیں۔ صبح کی نشریات کے پروگرام اچھے ہونے کے باوجود لوگ دیکھنے کا وقت نہیں رکھتے ہیں۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ صبح ناشتہ اور اگر اٹھ جائیں تو لوگ الگ پھر اپنے کام دھندوں کی طرف جانے کے لئے تیاری میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ دوسرے صبح کی نشریات میں کون سے پروگرام آتے ہیں۔ لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا۔

پی ٹی وی سے جو بھی پروگرام ٹیلی کاسٹ ہوتے ہیں ان کے بارے میں کئی روز پہلے سے تعارفی ٹیپ چلنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ناظرین کو معلوم ہو جاتا ہے کہ کون سا پروگرام کب دکھایا جائے گا۔ کسی پروڈیوسر پر اگر پروگرام ڈیپارٹمنٹ زیادہ مہربان ہوتا ہے۔ تو اس کے پروگرام کے بارے میں تو اتنی بار ٹیپ چلایا جاتا ہے کہ بچہ بچہ جان جاتا ہے کہ فلاں وقت فلاں پروگرام آن ایئر ہوگا۔ لیکن صبح کی نشریات کے بارے میں ایسا نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ صبح کی نشریات میں کچھ اچھے اور اتفاقی پروگرام ایسے ہیں کہ جن کے بارے میں اگر ناظرین کو علم ہو تو وہ انہیں ضرور دیکھیں۔ اسی طرح اس پروگرام میں کام کرنے والوں کو بھی خوشی محسوس ہو کہ وہ جن کے لئے یہ کام کر رہے ہیں، وہ اسے دیکھ بھی رہے ہیں۔ معلوم نہیں صبح کی نشریات کے ساتھ پی ٹی وی کا یہ سلوک کیوں ہے! اس طرف بھی پی ٹی وی کے ارباب اختیار کو توجہ دینا چاہئے۔

پاکستان ٹیلی ویژن کا عمر رسیدہ پروگرام "نیلام گھر" ایسا ہو کر رہ گیا ہے جیسے اس میں اٹک گیا ہے۔ وقفے وقفے سے سنائی دیتا ہے کہ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ پروگرام کسی سے منسوب ہو چکا ہے مگر حالات ایسا ہوا ہے کہ پی ٹی وی نے اسے بہت پہلے سے طلاق دے کر اس کو معطل یا ختم کرنے کے بجائے اب یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ یہ پروگرام مستقبل قریب میں ختم ہوتے جا رہا نظر آتا نہیں۔ اور کسی دوسرے پروگرام کے ختم ہونے کی کوئی اطلاع ہے۔ اس پروگرام کی یکسانیت اور بوریت اپنی جگہ پر یہ حقیقت ہے کہ یہ پروگرام ٹی وی کا کماؤ پوت ہے۔ اور جہاں بات بزنس کی ہو۔ تو پھر وہاں دوسری حقیقتوں کو تو نظر انداز کرنا ہی پڑتا ہے۔

کراچی سینٹر سے سیریل "باادب با ملاحظہ ہوشیار" شروع ہونے والا ہے۔ بلکہ جب آپ یہ تحریر پڑھ رہے ہوں گے ——— اس کی پہلی قسط آن ایئر آچکی ہو گی۔ یہ سیریل ختم ہونے والی سہ ماہی میں دکھائی جانے والی تھی مگر کراچی حیدر آباد کے خونریز واقعات کے بعد

تابندہ لاری

اسے کچھ دنوں کے لئے ملتوی کر دیا گیا تھا۔ پہلے اس نام سے ایک لانگ پلے دکھایا گیا تھا جو بہت مقبول ہوا تھا۔ یہ تحریر اظہر شاہ خان کی تھی اور اس میں پروڈیوسر قاسم جلالی نے مرکزی کردار بڑی خوبی سے ادا کیا تھا اس ڈرامے کی بے پناہ مقبولیت کے سبب اسے سیریل کی صورت میں آگے بڑھانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ سیریل کی شکل میں یہ ڈرامہ کتنی مقبولیت حاصل کرے گا اس لئے کہ اگر اس کو کاٹ چھانٹ کا نشانہ بنایا گیا تو اس کا مزا جاتا رہے گا۔ اور اسے ویسے ہی جانے دیا گیا جیسے کہ اظہر شاہ خان نے تحریر کیا ہے تو پھر مشبہ ہے کہ یہ سیریل درمیان میں ہی رک جائے اس لئے کہ حقائق کی تلخی "اوپر والے" بمشکل برداشت کر پاتے ہیں "ایکسکیوزمی" کی مثال موجود ہے۔

دیکھئے کہ "باادب با ملاحظہ ہوشیار" کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔

آجکل ٹیلی ویژن پر بھارت میں بنائے جانے والے اشتہارات کا دور ہے۔ ایک طرف ٹیلی ویژن سے کشمیر میں بھارت کے ظلم کا پروپیگنڈہ ہو رہا ہے دوسری طرف ہمارے سرکاری میڈیا سے بھارتی مال کا گویا اشتہار ہے۔ یہ دوغلی پالیسی کس بات کی عکاسی کر رہی ہے؟ ہمارے ہاں کیا اشتہارات نہیں بن سکتے۔ اشتہاری ایجنسیاں ہمارے ہاں بھی کچھ کم نہیں۔ ٹیلی ویژن کے ہاں کوئی ضابطہ اخلاق نہیں بنایا گیا۔ دوردرشن سے پاکستان کا تیار ہونے والا کوئی اشتہار دکھایا جاتا ہے؟ اشتہار تو کیا، دوردرشن والے کسی بھی شکل میں پاکستان کے حوالے سے کوئی چیز نہیں دکھاتے۔ اس لئے کہ ایسا کرنا ان کے قومی وقار کی توہین ہے لیکن ہمارے ہاں لوگوں کو ابھی تک یہ بات سمجھ میں نہیں آئی ہے کہ جب سرکاری میڈیم پر کوئی پابندی نہیں تو نجی اداروں کو بھلا آپ بھارتی اشیاء اور فلموں کے بائیکاٹ پر کیسے مجبور کر سکتے ہیں۔

پاکستانی فلموں کا بھی ضابطہ اخلاق نہیں رہا ہے وہاں کی فلمی صنعت کی عریانی اب پاکستانی فلموں کا بھی حصہ بنتی جا رہی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ پڑھے لکھے اور محنتی لوگ اس شعبے میں داخل ہوں جو نئے آئیڈیئے اور پلاٹ پر کام کریں۔ تب ہی فلم انڈسٹری کی گرتی ہوئی عمارت کو سنبھالا جا سکتا ہے۔

فلموں کے مقابلے میں پاکستان ٹیلی ویژن کے پروگرام غیر ممالک میں زیادہ مقبول ہیں اسی حوالے سے ٹی وی کے فن کار بھی فلمی فن کاروں کے مقابلے میں زیادہ مقبول ہیں۔ شہناز شیخ، مرینہ خان، یا پھر مصنفہ حسینہ معین بھارت میں بہت زیادہ پسند کئے جاتے ہیں اور ان لوگوں نے یہ

(باقی صفحہ پر)

حکیم قاضی عابد جلالی ایم اے

قبض سے نجات کیسے حاصل کی جائے

سوال: میں قبض کا مریض ہوں۔ میری عمر ۱۸ سال ہے۔ ازراہ کرم اس مرض سے نجات حاصل کرنے کے لئے مجھے مشورہ عنایت فرما دیجئے۔

خورشید الحسن ساہیوال

جواب: قبض ایک تکلیف دہ مرض ہے اس دورِ انتشار میں یہ مرض عام ہے۔ اس مرض کا شکار لوگ مختلف تکالیف کا مجموعہ بن جاتے ہیں۔ قبض کی وجہ سے تبخیر معدہ، دردِ سر، دردِ کمر، ضعفِ قلب، گھبراہٹ اور بواسیر جیسی تکالیف پیدا ہو جاتی ہیں۔ قبض کی دو مشہور اقسام ہیں دائمی قبض اور عارضی یا اتفاقی قبض۔ دائمی قبض میں مریض کی پریشانیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے اور مختلف عوارض پیدا ہو جاتے ہیں۔ قبض کی شکایت کے اسباب جسمانی، نفسیاتی اور غذائی ہوتے ہیں مثلاً غذا مقدار میں کم ہو یا خشک ہو یا ایسی غذا ہو جس سے فضلات زیادہ مقدار میں نہ بنتے ہوں اور آنتوں میں تحریک پیدا نہ ہوتی ہو مثلاً گوشت اور نشاستے والی غذائیں ثقیل اور دیر ہضم غذائیں بھی قبض پیدا کرتی ہیں۔ بعض لوگ اپنی غذا میں پانی کم مقدار میں استعمال کرتے ہیں۔ وہ بھی آسانی سے قبض کا شکار ہو جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں غم و غصہ، پریشانی، خوف اور دوسرے جذبات خلاف طبع ماحول، قلت ورزش اور خوراک کی بد پرہیزی وغیرہ قبض کے اہم سبب ہیں۔ عمر رسیدہ اور کمزور لوگوں کو اکثر قبض کی شکایت کا بڑا سبب نظام ہضم کی کمزوری ہوتی ہے۔

اطباء کے مطابق جسم میں بلغم کی زیادتی، آنتوں کی حرکت دودیہ کی سستی اور آنتوں میں مقررہ مقدار کے مطابق صفرا نہ آنے کے باعث بھی قبض پیدا ہو جاتی ہے۔ قبض اگر دائمی صورت اختیار کر لے تو پیچش اور بواسیر کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔

قبض کے علاج میں ممکنہ حد تک دواؤں کے استعمال سے پرہیز کیا جائے۔ قبض کے ازالہ کے لئے درج ذیل ہدایات پر عمل کریں۔

۱۔ آنتوں میں رفع حاجت کا احساس ہوتے ہی فوراً بیت الخلاء جانا چاہیے۔

۲۔ رفع حاجت کے لئے ایک خاص وقت کی پابندی ملحوظ رہے خواہ آنتوں میں تحریک پیدا ہو یا نہ ہو۔

۳۔ مناسب ورزش کی عادت پیدا کریں۔

۴۔ غذائی اصلاح کی طرف توجہ دیں، غذا زیادہ خشک نہ ہو۔ بکثرت گوشت کے استعمال سے پرہیز کریں۔ پھل اور سبزیوں کا زیادہ استعمال کریں بالخصوص سبز پتوں والی سبزیاں کھائیں۔ پانی زیادہ مقدار میں پئیں۔ بعض تجربہ کار لوگوں کا کہنا ہے کہ صبح نہار منہ ایک گلاس پانی نوش جاں کرنا قبض کا اچھا علاج ہے لیکن ضعیف بدن والے بلغمی مزاج اس سے پرہیز کریں تو بہتر ہے۔

دیر ہضم غذائیں مثلاً آلو، اروی، مٹر، چاول، چنے کی دال، حلوہ، پوری اور گھی وغیرہ سے پرہیز کریں۔ قبض کا علاج غذا سے کیا جائے تو بہتر ہے۔ قبض کی صورت میں دودھ، دہی، انناس، لیموں، سیب، آڑو، ناشپاتی، انگور، خوبانی، بیر، تربوز، سردہ، انار، گاجر اور کھیرا وغیرہ مفید ہیں۔ بعض آم، خربوزہ، امرود اور انجیر وغیرہ کھانے سے بھی قبض ختم ہو جاتا ہے۔

البتہ قدیم کا مجرب علاج "قرص ملین" ہے۔ یہ دوا تقریباً ہر دیسی دوا ساز ادارے سے بسہولت مل جاتی ہے۔ اس کی مقدار خوراک بڑوں کے لئے دو گولیاں رات سوتے وقت استعمال کریں۔ پانچ سال کے بچوں کو نصف گولی سے ایک گولی دی جا سکتی ہے نیز شیر خواروں کو قبض کے لئے شہد چاٹنا مفید ہے۔ بچوں کے قبض کے خاتمہ کے لئے [illegible] گھٹی بھی اچھی دوا ہے۔ اور تقریباً ہر ماں اس مفید اور فطری دوا کے استعمال سے واقف ہے۔

> بعض تجربہ کار لوگوں کا کہنا ہے کہ صبح نہار منہ ایک گلاس پانی نوش جاں کرنا، قبض کا اچھا علاج ہے

خوبانی کے غذائی خواص

سوال: آج کل بازار میں خوبانیاں بکثرت ملتی ہیں۔ لہٰذا آپ احوال کے شمارے میں اس پھل کے فوائد مختصراً بیان فرما دیجئے تاکہ عوام کو فائدہ پہنچے۔

قمر الاسلام۔ کراچی

جواب: خوبانی کوہستانی علاقہ میں پیدا ہونے والا خوش ذائقہ پھل ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں شیریں اور ترش۔ یہ پھل موسم گرما میں پیدا ہوتا ہے، حیاتین ب مرکب پروٹین نشاستہ کے علاوہ فولاد، سوڈیم اور فاسفورس کا بہترین مرکب ہے۔ یہ پھل غذائی خواص کا بھی حامل ہے۔ ہنزہ جو دنیا کا سب سے صحتمند علاقہ ہے۔ اس کے باشندے خوبانی کو بطور غذا اور پھل کھاتے ہیں۔ ان کی صحت دنیا میں بہترین مانی جاتی ہے۔ خوبانی نظام ہضم کے لئے بہترین پھل ہے، جسم میں توانائی و تازگی پیدا کرتا ہے ضعف عامہ کو دور کرنے کے لئے بچے، بوڑھے اور عورتوں کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے۔ ایسے لوگ جنہیں ہاضمہ خراب ہونے کی وجہ سے ترش ڈکاریں آتی ہوں یا سینے میں جلن کا احساس ہوتا ہو، ان کے لئے ۵ سے ۱۲ دانے صبح ناشتے میں کھانے کے بعد اوپر سے لسی کا ایک گلاس پیا جائے تو نظام ہضم کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ قبض کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ دن بھر کی جسمانی توانائی کے لئے یہ ناشتہ بھرپور فوائد کا حامل ہے خون میں تیزابی مادوں کی پیدائش سے اگر جلد پر پھنسیاں پیدا ہو جائیں تو ۱۰۰ گرام خوبانی اور تیس گرام عناب رات کو آدھا سیر پانی میں بھگو دیں اور صبح دونوں ہاتھوں سے مل کر پانی کو باریک کپڑے سے چھان کر تھوڑی سی شکر ملا کر پی لیں۔ تھوڑی دیر بعد ناشتہ کریں۔ چند روز اس نسخے کا استعمال خون سے تیزابی مادوں کو خارج کر دے گا جلد صحتمند اور صاف ستھری ہو جائے گی۔

مغز خوبانی بادام کی شکل اور ذائقہ میں مماثل ہوتا ہے۔ یہ دافع قبض اور مصفی خون ہے خوبانی کھانے کے بعد پانی کا استعمال معدے اور آنتوں کے لئے نقصان دہ ہے۔ خوبانی زود ہضم غذا ہے لہٰذا دیر ہضم غذا کے ساتھ اس کا استعمال مناسب نہیں خوبانی کھانے کے بعد ترش چیزوں کا استعمال بھی نظام ہضم پر برے اثرات پیدا کرتا ہے۔

گوہرِ نایاب

مرسلہ: محمد انیس قادری

(۱) انسان خود عظیم نہیں ہوتا اس کا کردار عظیم ہوتا ہے۔
(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)

(۲) سب سے عقلمند شخص وہ ہے جو اپنی بات نا پتا لگاتا ہے۔
(حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ)

(۳) عاقل پہلے ذہن پر رکھتا ہے پھر بولتا ہے۔
(حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ)

(۴) ذلت اٹھانے سے تکلیف اٹھانا بہتر ہے۔
(حضرت علی رضی اللہ عنہ)

(۵) والدین کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھنا عبادت ہے۔
(حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ)

(۶) جس قوم میں غدار پیدا ہونے لگیں اس قوم کے مضبوط قلعے بھی مٹی کے گھروندے ثابت ہوتے ہیں۔
(ٹیپو سلطان رحمۃ اللہ علیہ)

اصولِ زریں

خالد محمود

▲ اس قدر با ہمت بنیں کہ آپ کے ذہنی سکون کو کوئی چیز متاثر نہ کر سکے۔

▲ جب کسی سے بھی آپ کا واسطہ پڑے آپ اس سے صحت، خوشی اور فلاح و بہبود کے بارے میں گفتگو کیجئے۔

سکندرِ اعظم

مرسلہ: عرفان الحق، نیشنل لیبیا

سکندر ۳۵۶ ق م پیدا ہوا۔ اس کے باپ کا نام فلپ تھا اور وہ یونان کی ایک ریاست مقدونیہ کا بادشاہ تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد سکندر اعظم نے پہلا قدم باغی ریاستوں کی سرکوبی کے لیے اٹھایا۔ یونان پر مکمل قبضے کے بعد سکندر نے اپنے سب سے بڑے دشمن مغربی سرحد ایشیا کے ملک فارس (ایران) پر حملہ کیا اور فتح کر لیا۔ بعد میں اس نے پنجاب تک علاقہ فتح کر لیا۔ اس نے بہت بڑی اور عظیم الشان سلطنت قائم کی تھی۔ اپنی فوجی مہموں کے دوران ہی وہ عراق کے ایک شہر بابل پہنچا اور وہاں قیصر کے محل میں بخار میں مبتلا ہو کر دنیا سے کوچ کر گیا۔ مرتے وقت اس کی عمر ۳۳ برس تھی۔

بادشاہت

حافظ احسان الٰہی برکاتی

چوتھی صدی ہجری کے ... خاندان کے ... نے خراسان فتح کیا تو نیشاپور میں جشن منایا گیا۔ کھلے میدان میں خیمے لگائے گئے اور ایک خیمے کے نیچے زرق برق تخت لگایا۔ جس پر نصر بیٹھا۔ تخت پر بیٹھتے ہی حکم دیا کہ جشن کا آغاز تلاوت کلام پاک سے کیا جائے۔ ایک شخص نے سورۃ مومن کی وہ آیات تلاوت کیں جن میں حشر کا نقشہ کھینچا گیا ہے جس کا ترجمہ ہے "آج کس کی بادشاہت ہے اللہ کی جو الواحد القہار ہے۔" یہ سنتے ہی نصر تخت سے اتر آیا، سر سے تاج اتار کر زمین پر رکھ دیا اور سر سجدے میں رکھ کر بولا۔
آقا آج بھی تیری ہی بادشاہت ہے میری نہیں۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کا کردار ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے

• امام ابو حنیفہؒ کے پڑوس میں ایک موچی رہتا تھا۔ وہ دن بھر تو اپنی جھونپڑی کے دروازے پر سکون سے جوتے گانٹھتا رہتا مگر شام کو شراب پی کر ادھم مچاتا اور زور زور سے گانے گاتا۔ امام اپنے مکان کے کسی گوشے میں رات بھر دنیا و مافیہا سے بے خبر عبادت میں مصروف رہتے۔ پڑوسی کا یہ ہنگامہ شور ان کے کانوں تک پہنچتا مگر ان کے ماتھے پر کبھی شکن نہ آئی۔ اتفاق سے ایک رات ان کو پڑوسی کا شور سنائی نہ دیا۔ امام بے چین ہو گئے اور صبح کا شدت سے انتظار کرنے لگے۔ صبح ہوتے ہی انہوں نے دوسرے پڑوسیوں سے موچی کے متعلق پوچھ گچھ کی۔ معلوم ہوا کہ رات محلے میں پولیس آئی اور موچی کو گرفتار کر کے لے گئی کیونکہ وہ رات بھر غل مچا کر دوسروں کی نیند حرام کرتا تھا۔ خلیفہ منصور کی حکومت تھی۔ امام نے کبھی اس کی دہلیز پر قدم نہ رکھا تھا مگر اس روز وہ پہلی مرتبہ پڑوسی کو چھڑانے کے لئے خلیفہ کے دربار میں پہنچے۔ خلیفہ کو ان کے آنے کا مقصد معلوم ہوا تو اس نے کچھ دیر تامل کیا پھر کہا۔
"حضرت! یہ نہایت مسرت کا موقع ہے کہ آپ دربار میں تشریف لائے۔ آپ کے احترام میں ہم آج صرف آپ کے پڑوسی کی نہیں بلکہ تمام قیدیوں کی رہائی کا حکم دیتے ہیں۔"
اس واقعے کا امام کے پڑوسی پر گہرا اثر ہوا۔ اس نے شراب ترک کر دی اور پھر کبھی محلے والوں کو پریشان نہ کیا۔

مرسلہ: محمد حسن رضا گوندل (اسکول محلہ منڈی بہاؤالدین)

شیطان کا راز

کسی بزرگ نے ایک مرتبہ شیطان سے کہا۔ مجھے کوئی ایسا کام بتاؤ جسے کرنے سے میں بھی تمہارے جیسا بن جاؤں۔

شیطان نے حیرت سے پوچھا۔ ایسی عجیب درخواست آج تک کسی نے نہیں کی۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔

... بس یونہی میرا جی چاہتا ہے اگر آپ مجھ جیسا بننا چاہتے ہیں تو دو کام کریں۔ ایک نماز پڑھنے میں سستی کریں۔ دوسرا یہ کہ ہر بات میں جھوٹی قسمیں کھایا کریں۔ آپ میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ شیطان نے جواب دیا۔

بزرگ نے فرمایا۔ میں نے تمہارا راز معلوم کر لیا ہے آج سے میں قسم کھا کر یہ عہد کرتا ہوں کہ ساری عمر دونوں کام نہ کروں گا۔

شیطان نے جواب دیا۔ آپ نے چالاکی سے میرا راز معلوم کر لیا ہے۔ میں بھی قسم کھاتا ہوں کہ آئندہ کسی انسان کو اپنا راز نہیں بتاؤں گا۔

مرسلہ: عبدالقیوم شیخ محمد قریشی (چھلیلی حیدرآباد سندھ)

اشعار

بازیں تھیں جواں جس کی وہی پار لگا ہے
کشتی پہ بھروسہ تھا جسے ڈوب گیا ہے

میں سمجھتا ہوں ... کم چیز سمجھتا نہیں اتنی
وہ سوچ میں گم ہے کہ عجب شخص ملا ہے

لے جائے نہ ساتھ اپنے سمندر کو اٹھا کر
یہ شخص جو ساحل پہ کھڑا سوچ رہا ہے

مرسلہ: ... (منڈی بہاؤالدین)

بقیہ: ٹی وی تبصرہ

مقبولیت صرف اور صرف اپنی پرفارمنس سے حاصل کی ہے۔ اس کے لئے کوئی الٹے سیدھے انداز نہیں اپنائے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آج بھی لوگ کام کو اہمیت دیتے ہیں کیا وجہ ہے کہ ہمارے فلمی فن کار اتنی زیادہ مقبولیت حاصل نہیں کر پاتے ۔۔۔ کراچی کے حالات کی وجہ سے وہ فن کار بہت پریشان ہیں جن کا گزارہ اسٹیج پروگراموں سے تھا۔ آج کل شہر میں اسٹیج پروگرام نہ ہونے کی وجہ سے یہ فن کار فاقہ کشی کا شکار ہو رہے ہیں جو بڑے آرٹسٹ ہیں وہ بیرون ملک یا دوسرے شہروں میں جا کر کام کر کے اپنی روزی کما رہے ہیں۔ معین اختر گزشتہ دنوں لاہور میں مصروف رہے۔ کچھ لوگ ثقافتی وفد لے کر بیرون ملک چلے گئے۔ یقیناً امن امان کی صورت حال کی بہتری کی سب ہی دعا مانگتے ہیں کہ سب ہی متاثر ہیں۔ امن و امان کی صورت حال بہتر بنانے کے لئے پی ٹی وی سے بھی "بھائی چارے" کے نام سے ایک پروگرام ٹیلی کاسٹ ہوتا ہے۔

لیکن کاش اس پروگرام کے شرکاء کو ٹی وی والے اس لفظ کا مطلب بھی بتا دیتے۔ کیونکہ جو تقریریں اس پروگرام میں ہوئیں تو اس سے تو بھائی چارہ ایک طرف لوگ ایک دوسرے کے مزید دشمن ہو جائیں گے ہم نے ایک دن صوبائی وزیر محنت خواجہ محمد کو اس پروگرام میں بولتے سنا وہ جو کچھ بول رہے تھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایک ذمہ دار شخص کے یہ خیالات ہیں ان کی تقریر بہت بھونڈی اور مکمل جانبداری کی عکاسی کرتی تھی ایسے سلسلے جاری رہے تو پھر اس ملک کے امن و امان کا اللہ ہی حافظ ہے۔

بقیہ: حلفِ وفا

پڑوسی نہ جاگ جائیں ۔۔۔۔ !!

پھر اسے قدموں کی چاپ سنائی دی ۔۔۔۔

کون ۔۔۔۔ ؟

اسی کون ۔۔۔ ؟ میں کراچی تا خیبر وہ تمام "نظریاتی کارکن" موجود ہیں جو فلاحی روحانی اسٹیٹ کی تشکیل کے لئے "با اصول" "باوقار قیادت" کی رہنمائی میں لازوال قربانیوں کے ساتھ عملی جدوجہد میں شب و روز شریک ہیں۔ جیسے زبان حال سے کہہ رہے ہوں ۔۔۔۔

کوئی تو موسم گل کی بہار دیکھے گا
گلی گلی میں ہم اپنا لہو چھوڑ آئے ہیں

بقیہ: انٹرویو مولانا ہاشمی

کر رہ گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ صورت حال ملت کے مفاد اور اس کی انفرادیت اور ضمیر کے مطابق نہیں ہو سکتی کیا جمعیۃ کو آزادانہ طور پر اپنے مسائل کے حل میں رائے قائم کرنے کا حق حاصل ہے؟ آپ نہیں بھی دیکھیں ہم نے حقائق سے اور وسائل سے چشم پوشی کی ہے اور نہ مصالحت کی ہے۔

سوال: آپ بابری مسجد رابطہ کمیٹی کے رکن ہیں ان دنوں مرکزی حکومت سے بات چیت چل رہی ہے اس سے آپ کو کیا توقعات ہیں؟

جواب: بابری مسجد۔ رام جنم بھومی تنازعہ کے حل کے سلسلے میں مرکزی حکومت نے جو کمیٹی قائم کی ہے اس کے ساتھ تو ابھی ایک ہی نشست ہوئی ہے ہمارا جو موقف تھا وہ ہم نے اس کے سامنے واضح کر دیا۔ ہم نے اس کی نیت پر ابھی بھی بے اعتمادی کا اظہار نہیں کیا جب تک کہ ناامیدی کی کوئی ٹھوس شکل سامنے نہ آ جائے۔ ہماری ملاقات جارج فرنانڈیز سے ایک خیر سگالانہ ماحول میں ہوئی۔ ہمیں اندازہ ہوا کہ ابھی بنا پر شک کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ایک عمل کا ہے۔ ایک حکومت گئی جس نے مسئلہ کو سمجھا دوسری حکومت آئی اب وہ اس مسئلے کو سمجھ رہی ہے اب اس میں کتنی تاخیر ہوگی یہ کہا نہیں جا سکتا۔ یہ ضرور ہے کہ پچھلے دنوں جو ایک بے اعتمادی ریاستی حکومت کے کردار پر تھی وہ اب نہیں ہے۔ وزیر اعلیٰ ملائم سنگھ کے حالیہ کردار سے ذہنوں میں کسی نہ کسی حد تک یہ اطمینان پیدا ہوا ہے کہ اگر فرقہ پرستانہ بنیاد پر بابری مسجد رام جنم بھومی کے استحصال کی کوشش کی گئی تو شاید اس میں فرقہ پرستوں کو کامیابی نہ ملے۔

(بشکریہ ہفت روزہ "نئی دنیا" دہلی)

بقیہ: اسلام آباد کی ڈائری

لئے جہاز میں سوار ہونے سے روک دیا گیا کہ منسٹر صاحب کے خصوصی آدمی جا رہے ہیں۔ حالانکہ ایسے لوگ باقاعدہ ٹکٹ ویزا کے بعد روانہ ہو رہے تھے، مگر وزارت میں موجود شاہ سے زیادہ شاہ کے وفاداروں نے علاوہ دیر کے کئی افراد کو فلائیٹ میں سوار ہونے سے جبراً محروم کر دیا جبکہ دوسری جانب اس سال وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کے خاندان کے دو سو سترہ (۲۱۷) افراد سرکاری طور پر فریضہ حج کے لئے سعودیہ روانہ ہوئے۔ ان میں ہی وزیر اعظم کا سسرالی خاندان بھی شامل ہے ۲۱۰ کے اس قافلے کو پی آئی اے کا یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ تمام اخراجات وزارت مذہبی امور نے برداشت کئے۔

آپ اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

بقیہ: سیکیورٹی

ایسی تین قسمیں ہو سکتی ہیں
معمولی معذوری کا عطیہ۔ جزوی معذوری کی پنشن مکمل معذوری کی پنشن۔ معذوری کا عطیہ یکمشت رقم کی صورت میں ادا کیا جاتا ہے البتہ پنشن طویل مدت تک جاری رہنے والا مالی فائدہ ہے۔

پسماندگان کی پنشن ۔ یہ پنشن ایسے محفوظ یافتہ محنت کش کے پسماندگان کو دی جاتی ہے جس کا انتقال دوران کار حادثے یا پیشہ وارانہ بیماری کے نتیجے میں ہوا۔ پسماندگان میں بیوہ، ۱۵ سال تک عمر کے زیر کفالت بچے شامل ہیں ادائیگی مرحوم محنت کش کی 75% اجرت کے برابر ہوتی ہے۔

خصوصی مالی امداد: مختتمہ مالی سال کے دوران خصوصی مالی امداد کی مد میں تقریباً 93 ہزار روپے ادا کئے گئے یہ مالی امداد صرف اس صورت میں ادا کی جاتی ہے جب کسی محنت کش کو فراہم کی جانے والی تمام دیگر مراعات ختم ہو جانے کے باوجود مریض کام کے قابل نہیں رہتا اس طرح مختتمہ مالی سال کے دوران سوشل سیکیورٹی کی جانب سے مختلف مالی فوائد کی فراہمی پر ایک کروڑ 18 لاکھ روپے سے زائد رقم خرچ کی جا رہی ہے جو کل آمدنی کا 25 فیصد کے برابر ہے۔ یہ امداد کارکنوں کو کسی قانونی استحقاق کے بغیر ادا کی جاتی ہے۔

مؤثر طبی کنٹرول کے پیش نظر صوبہ سندھ میں سوشل سیکیورٹی کو کئی طبی مرکزوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر بیمہ شدہ محنت کش کو ان مرکزوں میں واقع ڈسپنسریوں سے منسلک کر دیا گیا ہے۔ جب بھی کوئی کارکن یا اس کا اہل خانہ بیمار ہو جاتا ہے تو وہ اپنے علاقے کی ڈسپنسری سے رجوع کرتا ہے۔ انتہائی پیچیدہ یا ہنگامی صورت حال میں مریض کو ہسپتال میں داخل کرایا جاتا ہے۔

اس وقت صوبہ سندھ میں 50 ڈسپنسریاں 3 ہسپتال ایک پولی کلینک اور ایک میٹرنٹی ہوم قائم ہے۔ جس میں تمام ضروری طبی آلات اور ادویات موجود ہیں ادارے کے ان طبی مراکز میں 292 ڈاکٹرز خدمات انجام دے رہے ہیں جن میں مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے 33 خصوصی معالج بھی ہیں رواں مالی سال کے دوران طبی سہولتوں کی فراہمی پر آٹھ کروڑ اکتالیس لاکھ روپے خرچ کئے جا رہے ہیں۔

ادارہ حفاظتی ٹیکوں کے ایک جامع پروگرام پر بھی عمل کر رہا ہے جس کے تحت بچوں کو مہلک بیماریوں یعنی پولیو، تشنج، خناق، خسرہ اور کالی کھانسی سے بچاؤ کے ٹیکے لگائے جاتے ہیں محنت کشوں کے بچوں کے علاوہ بھی تمام بچوں کو یہ ٹیکے لگائے جاتے ہیں اس پروگرام میں ادارے کو "یونیسف" کا تعاون حاصل ہے۔